بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

معالم الطائفة المنصورة فی بلاد الرافدین

طائفہ منصورہ

کی نشانیاں؟

مصنف: ابوالفضل العراقی رحمہ اللہ

شرح: ابو اسلام انصاری حفظہ اللہ

ترجمہ: عبدالعظیم حسن زئی حفظہ اللہ

مسلم ورلڈ ڈیٹا پروسیسنگ پاکستان

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مقدمہ

ان الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره، ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيئات اعمالنا، ومن يهده الله فلا مضل له، ومن يضلل فلا هادی له ، واشهدان لااله الاالله وحده لاشريک له ، وأشهد ان محمداً عبده ورسوله.

امابعد،

پیش نظر کتاب ابوالفضل العراقی کی مختصر تحریر تھی جس میں اہل سنت والجماعت کے عقائد سے بحث ہے۔ہم نے اس کی شرح کی ہے مگر اس میں طوالت سے کام نہیں لیا۔اہل سنت والجماعت کے صحیح عقائد لوگوں تک پہنچانا ہمارا مقصد ہے۔

ابو اسلام انصاری حفظہ اللہ

۲۵-۱۰-۱۴۲۵ ہجری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

طائفہ منصورہ کی کیا علامات وامتیازات ہیں؟

(1) یہ کہ ہمارا ایمان ہے اللہ کی وحدانیت پر اس کا کوئی شریک نہیں ہے وہی الہٰ اور معبود ہے اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔

(2) ہمارا یہ بھی ایمان ہے کہ اللہ ہی خالق مالک مدبر ہے اسی کے اختیار میں ہے پیدا کرنا (اور اسی کا حق ہے) حکم کرنا۔

(3) ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اعلیٰ نام اور صفات ہیں ہم ان اسماء وصفات کو اللہ کے لیے اسی طرح ثابت مانتے ہیں جس طرح کتاب وسنت صحیحہ میں ہیں بغیر تشبیہ ،تکییف ،تمثیل ،تاویل اور تعطیل کے۔

(4) ہم ایمان لاتے ہیں اس بات پر کہ بذاتہ قابل اطاعت ذات صرف اللہ کی ہے اور اللہ کے علاوہ جو بھی ہیں ان کی اطاعت اللہ کے لئے اللہ کی محبت میں ہے۔

(5) ہم یہ ایمان رکھتے ہیں کہ حکم اور قانون بنانا ایک اللہ کی خصوصیت ہے اس کا حکم ہی عدل مطلق ہے اس کے خلاف جو بھی ہے وہ ظلم ہے مردود ہے۔ ایمان کے لوازمات اور اس کی صحت کی شروط میں سے یہ بھی ہے کہ تمام امور اللہ کے حکم اور اس کی تشریع کی طرف لوٹائے جائیں اور جس

نے بھی کوئی معاملہ اللہ کے حکم کے علاوہ کسی اور کے حکم کی طرف لوٹا دیا اور اللہ کے نازل کردہ کے علاوہ کسی اور کے حکم پر فیصلہ کرلیا یا کسی کے بنائے ہوئے قانون کی اتباع کرلی جس کی اجازت اللہ نے نہیں دی تو وہ شخص کافر ہے ملتِ اسلام سے خارج ہے حکم جاہلیت کا پیروکار ہے۔

(6) ہم یہ بھی ایمان رکھتے ہیں کہ محمد ﷺ تمام انسانوں اور جنوں کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں ان کی اتباع واطاعت واجب ہے ان تمام امور میں جو وہ لائے ہیں اور ان کی تصدیق اور ان کے تمام احکام کو تسلیم کرنا واجب ہے۔ کسی بھی شخص کے ایمان کی صحت کے لیے یہ لازمی ہے آپ ﷺ کی اطاعت میں سے یہ بھی ہے کہ اپنا فیصلہ آپ ﷺ اور آپ کی سنت سے کروایا جائے جس نے آپ ﷺ کا فیصلہ یا حکم ردّ کر دیا اس نے اللہ کا حکم ردّ کر دیا اور جس نے اللہ کا حکم ردّ کر دیا اس نے کفر کرلیا۔

(7) ہمارا ایمان ہے کہ ایمان قول وعمل کا نام ہے، دل وزبان کا قول اور دل واعضاء کا عمل۔ یہ چاروں ایمان کے ارکان ہیں ان کے زائل ہونے سے آدمی کا ایمان ختم اور زائل ہو جاتا ہے۔

(8) ہمارا ایمان ہے کہ جس نے عملِ اعضاء کو ترک کیا وہ کفرِ اکبر کا مرتکب اور اسلام سے خارج ہوگیا۔

(9) ہم یہ بھی ایمان رکھتے ہیں کہ تکفیر شرعی حکم ہے اس کو کتاب اللہ وسنت رسول ﷺ اور اجماع امت کی طرف لوٹایا جائے گا۔

(10) ہمارا ایمان ہے کہ اہل قبلہ میں سے کسی کو گناہ کو وجہ سے (سوائے شرک کے) کافر نہیں کہا جائے گا۔

(11) ہم یہ بھی ایمان رکھتے ہیں کہ جس نے بھی کفریہ بات کی یا کفریہ عمل کیا وہ اس کی بنا پر کافر قرار پائے گا اگرچہ اس نے کفر کا ارادہ نہ بھی کیا ہو۔

(12) ہم یہ بھی ایمان رکھتے ہیں کہ کفر دل، زبان اور عمل تینوں سے ہوتا ہے۔

(13) ہمارا اس پر بھی ایمان ہے کہ کفرِ عملی اکبر بھی ہوتا ہے اور کفرِ اصغر بھی اور کفرِ اعتقادی بھی اکبر و اصغر ہوتا ہے۔

(14) ہم یہ بھی ایمان رکھتے ہیں کہ عام طور پر لوگوں کا کفر عناد اور اعراض ہے اور یہی وہ کفر ہے جس پر نبی ﷺ نے قتال کیا ہے۔

(15) ہمارا ایمان ہے کہ جو ہمارے سامنے اسلام کا اظہار کرے گا ہم اس پر مسلمان ہونے کا حکم لگائیں گے اور اس کے ساتھ مسلمانوں والا معاملہ کریں گے اور جو بھی ہمارے سامنے کفر کا کا اظہار کرے گا ہم اس کے ساتھ کفار والا معاملہ کریں گے اور اسے ظاہراً و باطناً کافر مانیں گے (اگر کوئی شرعاً معتبر مانع نہ ہو)

(16) ہمارا ایمان ہے کہ تارک نماز کافر ہے کفر اکبر کا مرتکب ہے جو ملت سے خارج کرنے والا کفر ہے۔

(17) ہمارا ایمان ہے کہ جس نے عبادت کی اقسام، اطاعت، محبت، خوف، امید، مدد، فریاد، وغیرہ میں سے کسی ایک کو اللہ کے علاوہ کسی اور کے لیے کر لیا وہ کفرِ اکبر خارج عن الملۃ کا مرتکب ہو گیا۔

(18) ہمارا ایمان ہے کہ جس نے مسلمانوں کے خلاف مشرکوں کی کسی بھی قسم کی مدد کی وہ کفر اکبر کا مرتکب کافر ہے۔

(19) ہمارا ایمان ہے کہ بغیر ماانزل اللہ کے مطابق فیصلہ کرنے والا حکمران اور شریعت کو بدلنے والے اس کے ساتھی کافر مرتد ہیں ان کے خلاف مسلح جدوجہد اور بغاوت اور طاقت کا استعمال ہر مسلمان پر فرض عین ہے۔

(20) ہمارا ایمان ہے کہ لادینیت کی جو بھی قسم ہے جو نام ہے وہ صریح کفر ہے ملت سے خارج کر دینے والا ہے جس نے بھی اس پر ایمان رکھا یا اس کی طرف دعوت دی یا اس کی مدد کی یا اس کے مطابق حکم و فیصلہ کیا وہ کافر مشرک ہے اگر چہ خود کو مسلمان کہے اور اسلام کا دعویٰ کرے۔

(21) ہمارا یہ بھی ایمان ہے کہ جمہوریت اس دور کا فتنہ ہے جس نے زبردستی لوگوں پر حکومت و حاکمیت حاصل کر لی ہے اور لوگوں کو اللہ کے (نازل کردہ احکام کے علاوہ دیگر) قوانین دے رہی ہے۔ لہٰذا یہ کفرِ اکبر ہے جو ملت سے خارج کر دینے والا ہے جس نے اس کا مذکورہ مفہوم کے ساتھ ایمان رکھا یا اس کی مدد کی یا اس کی طرف دعوت دی یا اس کے مطابق فیصلہ کیا یا حکومت کی وہ مرتد ہے اگر چہ وہ کتنا ہی مسلمان ہونے کا دعویٰ کرے اور خود کو اسلام کی طرف منسوب کرتا رہے۔

(22) ہمارا ایمان ہے کہ لوگوں کا جو گروہ غیر اسلامی بنیاد پر اکھٹا ہو وہ مرتد و کافر گروہ ہے جیسے کمیونزم، سوشلزم ''قوم کے یا وطن کے نام پر'' اشتراکیت وغیرہ (پر اکھٹا ہونا)۔

(23) ہمارا ایمان ہے کہ شیعہ روافض کفریہ فرقہ ہے مرتد ہے اور روئے زمین پر بدترین مخلوق ہے۔

(24) ہمارا یہ بھی ایمان ہے کہ ایسا جہل ''توحید کے علاوہ'' جو عاجز کردینے والا ہو اور اس کو ختم کرنا ممکن نہ ہو وہ شرعاً معتبر عذر ہے جس کی بنا پر معین کے لیے وعید نہیں ہے۔

(25) ہمارا ایمان ہے کہ کفرِ معین شروطِ تکفیر ثابت ہونے اور موانع نہ ہونے پر موقوف ہے۔

(26) ہمارا ایمان ہے کہ جو مسلمان کہلانے والے ممالک کفریہ قوانین کے مطابق حکومت کر رہے ہیں وہ دو صفات کے محتمل ہیں ایک لحاظ سے دارالکفر ہیں کہ احکام کفریہ ان میں رائج ہیں اور مسلمان باشندوں کی وجہ سے دارالاسلام ہیں ان میں ہر شخص کی اپنی جداگانہ حیثیت ہوگی مسلمان مسلمان اور کافر کافر کہلائے گا۔ان کے باشندوں کو مسلمان ہی کہا جائے گا چاہے کوئی مستور الحال ہو یا معروف بالاسلام ہو۔

(27) ہمارا ایمان ہے کہ جو پارٹیاں الیکشن میں حصہ لیتی ہیں اور قانون ساز اسمبلیوں میں بیٹھتی ہیں وہ بدعتی جماعتیں ہیں۔ بلکہ ان کی بدعت تو کفر تک جاتی ہے جو ان کو اسلام سے خارج کرتی ہے۔ہم ان کے افعال سے اللہ کی جناب میں براءت کا اظہار کرتے ہیں۔

(28) ہمارا ایمان ہے کہ یہ قول (دل میں اسلامی حکومت قائم کرلو تو زمین پر قائم ہو جائے گی) جبریہ اور مرجئہ کا عقیدہ ہے۔

(29) ہم جہمیہ و مرجئہ کی گمراہوں سے اللہ کی جناب میں براءت کا اظہار کرتے ہیں اس لیے کہ یہ لوگ طاغوت اور مرتدین کے دوست اور حمایتی ہیں ان کی سلامتی و امن کے محافظ اور جاسوس ہیں ہم ان سے اور ان کی گمراہی و فساد سے محتاط رہتے ہیں۔

(30) ہم اللہ کی جناب میں براءت کا اظہار کرتے ہیں خوارج اور ان کی گمراہیوں اور ان کے

غلو سے اوران کے اس دور کے متبعین غالی تکفیریوں سے۔ہم ان سے محتاط وگریزاں ہیں ان کی مجالس سے دور ہیں اس لیے کہ یہ لوگ گمراہی وفساد پھیلانے والے ہیں۔

(31) ہمارا ایمان ہے کہ کتاب اللہ وسنت رسول اللہ ﷺ میں جو وعدے اللہ نے کیے ہیں وہ دراصل مسلمانوں کو حکم وامر کیے گئے ہیں تا کہ وہ ان کے ذرائع کو اختیار کریں اوران کے ثمرات حاصل کریں۔

(32) ہمارا ایمان ہے کہ طائفہ منصورہ علم وجہاد کا طائفہ ہے۔

(33) ہمارا ایمان ہے کہ جہاد قیامت تک جاری ہے ہر نیک وبد کے ساتھ ہر زمانے ہر مقام ،امام وبغیر امام کے ایک یا اس سے زیادہ افراد ہوں (ان پر جہاد ہے کہ)وہ ظالموں کے ظلم اور لوگوں کو بھڑکانے والوں سے موافقت نہ رکھتے ہوں۔

(34) ہمارا ایمان ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ ہی وہ صحیح شرعی راستہ ہے جس کے بغیر اسلام کی نشاۃ ثانیہ اور خلافت علی منہاج النبوۃ کا قیام ممکن نہیں ہے۔

(35) ہمارا ایمان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جن غیب کی چیزوں جنت وجہنم وغیرہ کی خبر دی ہے وہ سچی خبر ہے اور جنت وجہنم حق ہے، کرسی، پل صراط، عرش حق ہیں۔

(36) ہمارا ایمان وسطیہ ہے یعنی خبریہ وقدریہ کے درمیان ہے ہمارے افعال اور ارادے مخلوق ہیں۔انسان ہی فاعلِ مختار ہے اس کا ارادہ اور مشیت ہے وہی درحقیقت اپنے افعال کا فاعل ہے۔

(37) ہم تمام انبیاء ورسولوں پر ایمان لاتے ہیں رسولوں میں فرق نہیں کرتے رسولوں پر نازل ہونے والی کتابوں پر ایمان لاتے ہیں ملائکہ پر ایمان ہے کہ وہ اللہ کے کسی حکم کی خلاف ورزی نہیں کرتے اور جو حکم اللہ انہیں دیتا ہے اس پر عمل کرتے ہیں۔

(38) ہم تمام صحابہ کو رضی اللہ عنہم کہتے ہیں انصار ومہاجرین وغیرہ جو بھی فتح کے بعد ایمان لائے (اور جو فتح سے پہلے، مترجم) ہم ان سے محبت رکھتے ہیں ان سے محبت کرنے والوں سے محبت رکھتے ہیں اور ان سے دشمنی کرنے والوں سے دشمنی کرتے ہیں جو ان پر لعنت کرے ہم اس پر لعنت کرتے ہیں جو انہیں کافر سمجھے ہم انہیں کافر کہتے ہیں ہمارا ایمان ہے کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سب کے سب عدول ہیں انبیاء ورسولوں کے بعد تمام مخلوق سے بہتر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں۔

(39) ہمارا ایمان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے دور کے بعد تابعین کا دور سب سے بہتر دور ہے اور پھر اس کے بعد (تبع تابعین کا) پھر اس کے بعد جھوٹ عام ہو گیا اور دیانت داری کمزور ہوگئی۔

(40) ہم اپنے علماء کا احترام کرتے ہیں ان کی فضیلت اور حق کا اعتراف کرتے ہیں مگر ان کو معصوم نہیں سمجھتے نہ ان سے تعصب رکھتے ہیں نہ ان کے حق پر مبنی اقوال سے تعصب رکھتے ہیں البتہ ان کی جو بات حق کے خلاف ہو ہم اس کی اتباع نہیں کرتے جہاں وہ حق بات میں غلطی کریں وہ بات نہیں لیتے اس لیے کہ حق کی اتباع پہلے ہے بہتر ہے اور ہمیں دیگر باتوں کی نسبت پسند ہے۔

ابوالفضل العراقی رحمہ اللہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شرح

با: حرف جر ہے متعدد معانی کے لیے استعمال ہوتا ہے جن میں سے ایک معنی مصاحبت اور ایک استعانت ہے۔ یہاں یہی دونوں معانی مراد ہیں

اسم: مجرور ہے متعلق ہے محذوف کے ساتھ، اس محذوف کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے کسی نے اسم مانا ہے مثلاً کتابتی ،قراءنی اور کسی نے فعل مقدر قرار دیا ہے جیسے اقراء یا اکتب یا ابتدء یہ دوسری رائے بہتر ہے اس لیے کہ عامل محذوف میں فعل ہی کو مانا جانا نحوی قانون کے مطابق ہے۔

اللہ: بزرگی والا لفظ ہے جو اَلِہَ یا لَہُ سے مشتق ہے۔

الرحمٰن الرحیم: یہ دونوں اللہ کی صفات ہیں۔

نوٹ: کتاب کے ہر فقرے میں لفظ ایمان آئے گا عقیدہ کے لفظ سے مصنف (ابوالفضل العراقی) نے احتراز و اجتناب کیا ہے اس لیے کہ شرعی اصطلاحات ہی استعمال کی جانی چاہئیں اور شرعی اصطلاح لفظ ایمان ہے جبکہ عقیدہ لفظ اہل کلام کی اصطلاح ہے۔ جنہوں نے ایمان کو صرف دل تک محدود و منحصر رکھا ہے اس کے لیے انہوں نے یہ لفظ ایجاد کیا کہ ان کے مذہب کے موافق تھا اس لیے صحیح اصطلاح ایمان ہے جو کہ شرعی اصطلاح ہے اور یہی استعمال کی جانی چاہیے جیسا کہ حدیث میں بھی آتا ہے جب جبریل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمان کے بارے میں سوال

کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا (تؤمن) کہ تو ایمان لائے (یہ نہیں کہا کہ تو عقیدہ رکھے) دوسری بات یہ ہے کہ لفظ ایمان میں عمومیت اور وسعت زیادہ ہے جیسا کہ سلف کو معلوم تھا (اور آگے بھی اس کتاب میں آئے گا) کہ ایمان قول عمل، اقرار اور دل واعضاء کے عمل کو کہتے ہیں اسی لیے لفظ ایمان زیادہ موافق ہے کہ طائفہ منصورہ کا ایمان دل، زبان اور اعضاء سے ہوتا ہے۔

(1) ابوالفضل: یہ کہ ہمارا ایمان ہے اللہ کی وحدانیت پر اس کا کوئی شریک نہیں ہے وہی الٰہ اور معبود ہے اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔

ابواسلام: یہ دین کی بنیاد ہے یہ اللہ عزوجل کی توحید ہے کہ انسان اللہ کے علاوہ کسی اور کی بندگی اختیار نہ کرے کسی فرشتے، نبی، ولی، شیخ، ماں باپ کسی کی بندگی نہ کرے سوائے ایک اللہ کے اسی لیے اس کو توحید الوہیت یعنی توحید عبادت کہا جاتا ہے یعنی اللہ کو ان تمام عبادات میں اکیلا ماننا جن کے کرنے کا اس نے حکم دیا ہے۔ اسی عظیم مقصد کے لیے اللہ نے انسانوں اور جنوں کو پیدا کیا:

وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ. (ذاریات)

میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔

اسی مقصد کے لیے رسولوں کو مبعوث فرمایا ہے:

وَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ اِلَّا رِجَالاً نُّوْحِیْٓ اِلَیْھِمْ فَسْئَلُوْٓا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ. (الانبیاء)

آپ سے پہلے ہم نے جو بھی رسول بھیجا ہے اسے وحی کی ہے کہ میرے علاوہ کوئی معبود نہیں میری بندگی اختیار کرو۔

یہی توحید ہے جو رسول لے کر آئے یہ صرف اللہ کے لیے الوہیت ثابت کرتا ہے یعنی کہ یہ گواہی

دی جائے کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اس گواہی سے مراد صرف زبان سے کلمہ کی اس طرح ادائیگی نہیں ہے کہ اس کے معنی اور اس کے تقاضوں پر عمل نہ ہو۔ بلکہ اس کے ساتھ بڑی اہم اور بھاری قیود و شروط ہیں، اخلاص، کفر بالطاغوت، اللہ کی اطاعت و محبت، الٰہ کا معنی ہے معبود جو اکیلا عبادت کا مستحق ہے اور اس کی عبادت اس طرح کی جائے کہ اسے ان صفات سے متصف مانا جائے کہ جو اس بات کو مستلزم ہیں کہ وہی ایک اللہ محبت کے لائق ہے۔ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں :اللہ ﴿الالٰــہ﴾ کا معنی ہے دلوں کو محبت، انابت اور بزرگی، تعظیم، عزت، عاجزی، خوف، امید اور توکل کی بنا پر اپنی طرف مائل کرنے والا۔ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن روانہ کرنے لگے تو ان سے فرمایا:تم ایسی قوم کے پاس جا رہے ہو جو اہل کتاب ہیں لہٰذا سب سے پہلے انہیں ''لا الٰہ الا اللہ'' کی گواہی کی دعوت دو، ایک روایت میں ہے۔((ان یوحدوا اللّٰہ)) کہ وہ اللہ کو ایک تسلیم کرلیں۔(کتاب التوحید بخاری)

اس حدیث سے علماء نے استدلال کیا ہے کہ سب سے پہلے جس ضروری اور واجب کی طرف انبیاء نے دعوت دی ہے وہ توحید ہے۔ جب یہ بنیادی اصول مسلمانوں پر واجب ہے تو طائفہ منصورہ کی بنیاد بھی اسی اصول پر ہے اور وہ اس پر کسی بھی انسان کے قول یا رائے کو مقدم نہیں کرتا، توحید الوہیت کے دلائل کتاب اللہ میں کثرت سے موجود ہیں مثلاً:

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ. (اخلاص)

کہہ دیجئے اللہ ایک ہے۔

دوسری جگہ فرمان ہے:

وَ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ.

اور تمہارا الٰہ و معبود ایک ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ رحمان و رحیم ہے۔

توحید سے مراد صرف توحید ربوبیت نہیں ہے۔توحید ربوبیت کا معنی ہے کہ اللہ کو تمام جہاں کا اکیلا خالق مانا جائے۔اہل کلام وتصوف صرف اسی کو توحید کہتے ہیں جب وہ اس کے دلائل پیش کردیتے ہیں تو سمجھتے ہیں کہ انہوں نے توحید ثابت کردی ہے یعنی اللہ کے اکیلے خالق ورازق ہونے کا اقرار ہی توحید ہے حالانکہ یہ تو وہی قرار ہے جو مشرکین عرب دور جہالت میں کرتے تھے:

وَ لَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ. (عنکبوت)

اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمانوں زمینوں کو کس نے پیدا کیا اور چاند سورج کو مسخر کیا؟ یہ کہیں گے! کہ اللہ نے، یہ تو کس طرف پھیرے جاتے ہیں۔

مگر اس اقرار نے انہیں کوئی فائدہ نہیں دیا نہ اس اقرار نے انہیں اسلام میں داخل کیا اسی لیے تو وہ نبی ﷺ کے بارے میں تعجب سے کہتے تھے کہ اس نے تمام معبودوں کو ایک معبود بنالیا، یہ عجیب بات ہے؟ مشرکین نے اس شہادت سے انکار اس لیے کیا تھا کہ انہیں اس کے تقاضوں یعنی توحید عبادت کا علم تھا۔

(2) **ابوالفضل:** ہمارا یہ بھی ایمان ہے کہ اللہ ہی خالق مالک مدبر ہے اسی کے اختیار میں ہے پیدا کرنا (اور اسی کا حق ہے) حکم کرنا۔

ابواسلام: اس لیے کہ اللہ تخلیق، بادشاہت، تدبیر اور مخلوق کو حکم کرنے میں اکیلا ہے۔

اَلاَ لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ. (اعراف)

اسی کا کام ہے پیدا کرنا اور حکم کرنا، امر تدبیر ہے اور خلق سے مراد عدم سے وجود میں لانا ہے جبکہ یہ صفت صرف اللہ کے لیے خاص ہے۔اللہ کے مالک و بادشاہ ہونے کی دلیل ہے۔

﴿وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ﴾
زمینوں آسمانوں کی ملکیت اللہ کے لیے ہے۔

طائفہ منصورہ کے نزدیک اس قسم کی توحید، توحید ربوبیت کہلاتی ہے جس کا معنی ہے اللہ کو تخلیق ، بادشاہت اور تدبیر میں اکیلا ماننا اسی کو رب اور مالک ماننا مستحقِ عبادت سمجھنا جیسا کہ فرمان ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ وَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ. (بقرہ)

لوگو اپنے رب سے ڈر جاؤ جس نے تمہیں پیدا کیا ہے اور تم سے پہلے والوں کو تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔

الَّذِىْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّ السَّمَآءَ بِنَآءًوَّ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ.

جس نے تمہارے لیے زمین کو فرش اور آسمان کو چھت بنایا اور آسمان سے پانی نازل کیا اس کے ذریعے زمین سے پھل نکالے تمہارے لیے رزق تم اللہ کے لیے شریک مت بناؤ حالانکہ تم جانتے ہو۔ (بقرہ)

جن مشرکین نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قتال کیا وہ اس توحید یعنی توحید ربوبیت کے قائل تھے وہ اس بات کے اقراری تھے کہ اللہ خالق رازق اور مدبر ہے مگر یہ اقرار انہیں اسلام میں داخل نہیں کرا سکا قرآن میں ان کے بارے میں مذکور ہے:

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ مَنْ يُّخْرِجُ الْحَىَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ يُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَ مَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ. (یونس: ۳۱)

ان سے پوچھو تمہیں آسمان وزمین سے کون رزق دیتا ہے۔یا کون سماعت وبصارت کا مالک ہے کون زندہ کو مردہ اور مردہ سے زندہ کو نکالتا ہے کون ان امور کی تدبیر کرتا ہے؟ یہ کہیں گے اللہ (یہ سب کچھ کرتا ہے) ان سے کہو تو اللہ سے ڈرتے کیوں نہیں۔؟

مشرکین کو توحید ربوبیت کے اقرار کے باوجود توحید ربوبیت کے قائلین کے حکم میں اس لیے داخل وشامل نہیں سمجھا گیا کہ وہ توحید الوہیت کے قائل نہیں تھے۔ان کا ایمان صرف اس بات تک محدود تھا کہ رب خالق رازق، زندہ کرنے والا موت دینے والا ہے یہ بات غلط ہے جو بعض لوگ کہتے ہیں کہ مشرکین ربوبیت کے قائل تھے۔

(3) **ابوالفضل:** ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اعلیٰ نام اور صفات ہیں ہم ان اسماء وصفات کو اللہ کے لیے اسی طرح ثابت مانتے ہیں جس طرح کتاب وسنت صحیحہ میں ہیں بغیر تشبیہ، تکییف، تمثیل، تاویل اور تعطیل کے۔

ابواسلام: اللہ تعالیٰ کی ذات کو چند ناموں سے پکارا جاتا ہے اور کچھ صفات سے متصف مانا جاتا ہے کسی ذات کا صفات سے بغیر ہونا ناممکن ہے۔اللہ کی یہ صفات قرآن اور سنت صحیحہ میں مذکور ہیں ان کا تعلق امور غیب سے ہے اس لیے مومن پر واجب ہے کہ دیگر امور غیب کی طرح ان پر بھی ایمان لائے نصوص کے علاوہ کسی اور چیز کی طرف اس معاملے میں رجوع نہ کرے۔ہم ان صفات کو اسی طرح مانتے ہیں جس طرح قرآن میں مذکور ہیں ہم ان میں سے کسی قسم کی تاویل اس وقت تک نہیں کرتے جب تک دلیل سے ثابت نہ ہو جیسا کہ امام اوزاعی رحمہ اللہ کہتے ہیں امام زہری اور امام مکحول رحمۃ اللہ علیہم سے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ ویسی ہی ہیں جیسے قرآن میں مذکور ہیں ۔ولید بن مسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں :امام مالک، اوزاعی، لیث بن سعد، سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہم سے

صفات کے بارے میں مروی روایات کے بارے میں پوچھا گیا تو سب نے کہا ویسی ہی ہیں جیسے مذکور ہیں بلا کیف کے۔اوزاعی رحمہ اللہ کہتے ہیں: ہم سب تابعین کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر ہے ہم ان صفات پر ایمان لاتے ہیں جو سنت میں مذکور ہیں۔اس قسم کی توحید کو توحید اسماء وصفات کہا جاتا ہے۔تشبیہ وتمثیل کے لیے اگر تمثیل استعمال ہو تو بہتر ہے اس لیے کہ اللہ نے اسی لفظ کو استعمال کیا ہے۔

لَيۡسَ كَمِثۡلِهٖ شَىۡءٌ. (شوریٰ)

اس کے مثل کوئی چیز نہیں ہے۔

قرآن نے جو بھی لفظ استعمال کیا ہے وہ سب سے بہتر ہے۔قرآن کے الفاظ سے زیادہ بہتر الفاظ اور بہتر مطلب ادا کرنے والے الفاظ اور نہیں ہیں۔تمثیل کے بغیر صفات ماننے کا مطلب یہ ہے کہ اہل سنت اللہ کے لیے مخلوق کی مثالیں پیش کرنے سے احتراز کرتے ہیں ذات اور صفات دونوں میں تمثیل کا معنی ہے کسی چیز کے ہم مثل کو ذکر کرنا۔

اہل سنت والجماعت اللہ کے لیے صفات کو بلا مثال ثابت کرتے ہیں کہتے ہیں کہ اللہ کی زندگی ہے مگر ہماری زندگی کی طرح نہیں اس کا علم ہے مگر ہمارے علم کی طرح نہیں ہے اس کی بصر ہے مگر ہماری بصارت کی طرح نہیں اس طرح تمام صفات کے بارے میں کہتے ہیں کہ اللہ اپنی صفات میں مخلوق کی طرح نہیں ہے اس بات کے دلائل اللہ نے ذکر کر دیے ہیں۔

وَ لَمۡ يَكُنۡ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ. (اخلاص)

اس کا کوئی ہمسر نہیں ہے۔

لَيۡسَ كَمِثۡلِهٖ شَىۡءٌ وَ هُوَ السَّمِيۡعُ الۡبَصِيۡرُ. (شوریٰ)

اس کے مثل کچھ نہیں وہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔

هَلۡ تَعۡلَمُ لَهٗ سَمِیًّا (مریم:٦٥)

کیا تمہیں اس کا برابر یا ہم نام معلوم ہے؟

اسی طرح اللہ نے ہمیں منع کیا ہے برابر ماننے سے۔

فَلاَ تَجۡعَلُوۡا لِلّٰہِ اَندَادًا وَّ اَنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ. (بقرہ)

اللہ کے برابر کسی کو قرار مت دو۔

تکییف: اس کا معنی ہے کسی صفات کی کیفیت بیان کرنا تکییف کہتے ہیں کسی چیز کے بارے میں کیف (کیسے) کے لفظ سے سوال کرنا۔ مثلاً اس طرح سوال ہو۔ ''**کیف جاء زید**'' زید کیسے آیا؟ اس کے جواب میں کہا جائے ''**جاء راکبًا**'' سواری پر آیا یعنی اس کے آنے کی کیفیت یہ تھی ۔اہل سنت والجماعت اللہ کی صفات کی کیفیت بھی بیان نہیں کرتے اس لیے کہ وہ دلائل پر کاربند ہیں جن میں سے یہ بھی ہے:

قُلۡ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الۡفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنۡهَا وَ مَا بَطَنَ وَ الۡاِثۡمَ وَ الۡبَغۡیَ بِغَیۡرِ الۡحَقِّ وَ اَنۡ تُشۡرِکُوۡا بِاللّٰہِ مَا لَمۡ یُنَزِّلۡ بِهٖ سُلۡطٰنًا وَّ اَنۡ تَقُوۡلُوۡا عَلَی اللّٰہِ مَا لاَ تَعۡلَمُوۡنَ (اعراف:٣٣)

کہہ دو میرے رب نے فحش کام حرام کر دیے ہیں ظاہر ہوں یا باطن اور زیادتی ناحق اور یہ کہ تم اللہ کے ساتھ شرک کرو جس کی اس نے دلیل نازل نہیں کی اور یہ کہ تم اللہ کے بارے میں وہ کہو جو نہیں جانتے۔

اب ایک شخص آ کر کہتا ہے کہ اللہ عرش پر مستوی ہے کوئی کیفیت بیان کر کے کہتا ہے اس کیفیت سے ہے تو ہم کہیں گے یہ اللہ کے بارے میں وہ بات کر رہا ہے جو یہ جانتا نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے

کہ جب امام مالک رحمہ اللہ سے ((الرحمن علی العرش استویٰ)) کے بارے میں سوال ہوا تو انہوں نے کہا کہ استواء تو غیر معروف و غیر معلوم نہیں ہے (معلوم ہے) یعنی استواء کا معنی تو معلوم ہے مگر کیفیت سمجھ میں نہیں آسکتی البتہ ایمان اس پر لانا واجب ہے اس بارے میں سوال کرنا بدعت ہے۔

تاویل و تعطیل: تاویل کا لفظ ذکر کر کے مصنف نے ان لوگوں کی مخالفت کا اظہار کیا ہے جو تاویل کے ذریعے معنی تبدیل کرتے ہیں اہل سنت کے مخالفین تحریف کو تاویل کہتے ہیں ایسا اس لیے کرتے ہیں تاکہ لوگ ان سے نفرت نہ کریں یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ ہر تاویل قابل مذمت نہیں ہوتی اس لیے کہ تاویل کے کئی معنی ہیں اس کا ایک معنی ہے تفسیر ایک معنی ہے انجام اور تکمیل ایک معنی ہے لفظ کو اس کے ظاہری معنی سے پھیر دینا۔ جو تاویل اہل سنت کے مخالفین جہمیہ اور اہل کلام نے اپنا رکھی ہے تو یہ وہ تاویل ہے جو بلا دلیل ہوتی ہے اور یہ بالاتفاق باطل ہے اس قسم کی تاویل کے لیے تحریف کا لفظ استعمال کرنا زیادہ بہتر ہے اس کی مثال ((الرحمن علی العرش استویٰ)) کی ہے ظاہری الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ عرش پر مستوی ہے اس پر برقرار ہے اس پر بلند ہے مگر یہ اہل تحریف کہتے ہیں استویٰ استولیٰ کے معنی میں ہے بمعنی قبضہ کرنا۔ ہم کہتے ہیں یہ تحریف ہے تاویل نہیں ہے اس لیے کہ اس پر کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ دلیل اس کے خلاف ہے وہ دلیل ہے استویٰ کا معنی کہ اس کا معنی ہے بلند ہونا برقرار ہونا۔

تعطیل: اس کا معنی ہے خالی کرنا ترک کرنا جیسا کہ قرآن میں یہ لفظ مستعمل ہے ''وبئر معطلة'' خشک اور ویران کنویں۔ یہاں تعطیل سے مراد ہے اللہ نے اپنے لیے جو اسماء و صفات ثابت کی ہیں ان کا انکار کرنا خواہ تمام کا انکار ہو یا چند کا چاہے واضح انکار ہو یا تحریف کے ذریعے سے سب کو

تعطیل کہا جائے گا۔ جیسا کہ کسی نے آیت

بَلْ یَدٰہُ مَبْسُوْطَتٰنِ (مائدہ:٦٤)

(بلکہ اس کے دونوں ہاتھ کھلے اور فراخ ہیں)

کے بارے میں کہا ہے کہ میں نہیں جانتا میں اس معاملے کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں نہ میں اس کے لیے حقیقی ہاتھ ثابت کرتا ہوں نہ میں لفظ کو اس کی طرف پھیر سکتا ہوں۔ہم کہتے ہیں یہ تعطیل ہے جبکہ اہل سنت والجماعت اس کو ثابت مانتے ہیں جسے اللہ نے اپنے ثابت مانا ہے بغیر تکلیف وتمثیل (اور بغیر تحریف وتعطیل کے اللہ کی صفات ویسی ہی ہیں جیسے اس کی ذات کے لائق ہیں)۔

(4) ابوالفضل: ہم ایمان لاتے ہیں اس بات پر کہ بذاتہ قابل اطاعت ذات صرف اللہ کی ہے اور اللہ کے علاوہ جو بھی ہیں ان کی اطاعت اللہ کے لئے اللہ کی محبت میں ہے۔

ابواسلام: یہ اس لیے کہ اس کا حکم ہمیں اللہ نے دیا ہے فرمایا:

وَ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ الرَّسُوْلَ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ(آل عمران:١٣٢)

اللہ کی اطاعت کرو اور رسول (ﷺ) کی تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

اور فرماتا ہے:

وَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ وَ یَخْشَ اللّٰہَ وَ یَتَّقْہِ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفَآئِزُوْنَ(نور:٥٢)

جس نے اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی اور اللہ سے ڈر گیا اس کا تقویٰ اختیار کیا تو یہ لوگ کامیاب ہیں۔

اس مضمون کی آیات بہت زیادہ ہیں۔اللہ کی اطاعت خالص عبادت ہے جس نے یہ عبادت کسی

اور کے لیے پھیر دی اس نے شرک کرلیا اس کی دلیل یہ آیت ہے:

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ(توبة: ۳۱)

انہوں نے اپنے علماء اور درویشوں اور مسیح ابن مریم کو اللہ کے علاوہ رب بنالیا ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت عدی بن حاتم کے سامنے تلاوت کی تو اس نے کہا اللہ کے رسول اللہ ﷺ ہم تو ان کی عبادت نہیں کرتے تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا ایسا نہیں کہ جب وہ اللہ کے حرام کردہ کو حلال قرار دیتے ہیں اور اللہ کے حلال کردہ کو حرام قرار دیتے ہیں تو تم تسلیم کرتے ہو اس نے کہا: کیوں نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہی ان کی عبادت ہے۔

شیخ عبدالرحمٰن بن حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں: معصیت میں ان کی اطاعت کرنا عبادت لغیر اللہ قرار پایا اور یہی ان کو رب بنانا ہوا جیسا کہ اس امت میں بھی ہو رہا ہے۔

اس کے بغیر محبوب لذاتہ نہیں ہے: اس قول کا مطلب یہ ہے کہ ہم اللہ کی عبادت کرتے ہیں اس کی محبت کی بنا پر اس طرح اللہ کی محبت اس کی عبادت ہے لہٰذا اس کی محبت پر کسی اور کی محبت کو مقدم کرنا صحیح نہیں ۔اور یہ محبت صرف اسی صورت میں مکمل ہوسکتی ہے جب اللہ کی ،اس کے اسماء وصفات کی معرفت حاصل ہو اللہ نے بیان کیا ہے کہ بعض لوگ اللہ کے علاوہ کچھ لوگوں سے ایسی محبت کرتے ہیں جیسی محبت اللہ سے کرنی چاہیے۔

وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ.(بقرہ:۱۶۵)

''نــــــد'' ہم مثل کو کہتے ہیں اس قسم کی توحید کو علماء توحید المحبوب کہتے ہیں۔جیسا کہ ابن قیم رحمہ اللہ

فرماتے ہیں: توحید محبوب یہ ہے کہ متعدد محبوب نہ ہوں یعنی اللہ کے ساتھ اس کی عبادت میں ۔توحید محبت یہ ہے کہ دل میں جتنی بھی محبت ہے وہ ساری کی ساری اللہ کے لیے ہو اگر اسے عشق کہا جائے تو یہ بندے کے نیک ہونے اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہونے کی انتہاء ہے۔اس کے علاوہ جس کی بھی اطاعت ہے وہ اللہ کے لیے ہے اور اللہ کی رضا کے لیے ہے۔اس کی مثال ہے امیر کی اطاعت جو کہ قرآن کی نص سے ثابت ہے لہٰذا امیر کی اطاعت اللہ کی اطاعت شمار ہوگی ۔اللہ کے لیے اطاعت کا مطلب ہے محبت کی تمام اقسام جیسا کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے: جس میں تین خوبیاں ہوں وہ اپنے دل میں ایمان کی مٹھاس محسوس کرے گا۔اللہ ورسول اس کو تمام دیگر مخلوق سے زیادہ پسند ومحبوب ہوں کسی سے محبت کرے تو صرف اللہ کے لیے۔اور دوبارہ کفر میں جانا اس طرح ناپسند کرتا ہو جیسے آگ میں کودنا۔(بخاری)

اہل علم نے محبت کی چار قسمیں بیان کی ہیں:

① **اللہ کی محبت یا اللہ سے محبت:** عذاب سے نجات اور ثواب کے حصول کے لیے یہ محبت کافی نہیں اس لیے کہ مشرکین۔بت پرست اور یہود وغیرہ اللہ سے محبت رکھتے تھے۔

② **اس چیز سے محبت جس سے اللہ محبت کرتا ہے:** یہ محبت انسان کو اسلام میں داخل کرتی ہے اور کفر سے خارج کرتی ہے اس محبت میں جتنی شدت ہوگی اتنی ہی اللہ کو پسند ہے۔

③ **اللہ کے لیے محبت:** اللہ جن چیزوں سے محبت کرتا ہے ان سے محبت کے لوازمات میں سے یہ محبت ہے۔اللہ کی پسندیدہ چیزوں سے محبت صرف اس صورت میں صحیح ہوگی جب اللہ کے لیے ہو۔

④ **اللہ کے ساتھ (کسی اور سے) محبت:** اس قسم کی محبت سے اللہ نے منع کیا ہے یہ شرکیہ محبت ہے

جس نے بھی اللہ کے لیے بلکہ اللہ کے ساتھ کسی سے محبت کی اس نے اس چیز کو اللہ کا ندو شریک اور ہم مثل قرار دیدیا۔

(5) **ابوالفضل:** ہم یہ ایمان رکھتے ہیں کہ حکم اور قانون بنانا ایک اللہ کی خصوصیت ہے اس کا حکم ہی عدل مطلق ہے اس کے خلاف جو بھی ہے وہ ظلم ہے مردود ہے۔ ایمان کے لوازمات اور اس کی صحت کی شروط میں سے یہ بھی ہے کہ تمام امور اللہ کے حکم اور اس کی تشریع کی طرف لوٹائے جائیں اور جس نے بھی کوئی معاملہ اللہ کے حکم کے علاوہ کسی اور کے حکم کی طرف لوٹا دیا اور اللہ کے نازل کردہ کے علاوہ کسی اور کے حکم پر فیصلہ کرلیا یا کسی کے بنائے ہوئے قانون کی اتباع کرلی جس کی اجازت اللہ نے نہیں دی تو وہ شخص کافر ہے ملتِ اسلام سے خارج ہے حکم جاہلیت کا پیروکار ہے۔

ابواسلام: اللہ نے توحید ربوبیت کے بارے میں جو حکم نازل کیا ہے وہ ربوبیت کے مقتضی حکم کے نفاذ کے لیے ہے اس کے تصرف وملکیت کے کمال کے لیے ہے اسی لیے اللہ نے اپنے نازل کردہ دین کے علاوہ جو متبوعین ہیں ان کو رب کہا ہے:

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ (توبة: ۳۱)

اللہ نے ان متبوعین کو اس لیے رب کہا ہے کہ انہیں لوگوں نے اللہ کے ساتھ قانون ساز تسلیم کیا ہے جب یہ بات واضح ہوگئی تو اب یہ سمجھ جانا چاہیے کہ جو اللہ کے نازل کردہ دین کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے اور اپنے فیصلے اللہ ورسول اللہ ﷺ کے علاوہ کسی اور طرف لے جاتے ہوں تو ان کے بارے میں آیات کہتی ہیں کہ ان میں ایمان نہیں ہے یہ کافر ظالم اور فاسق ہیں۔ بغیر ما انزل

اللہ فیصلہ کرنے والے کو اللہ نے کافر کہا ہے:

وَمَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰفِرُوْنَ(مائدہ:٤٤)

جو اللہ کے نازل کردہ دین پر فیصلہ نہیں کرتا وہ کافر ہے۔

مسلمانوں پر لازم ہے کہ اپنے تنازعات اللہ کے حکم اور قانون کے مطابق حل کریں۔

اَفَحُکْمَ الْجَاھِلِیَّۃِ یَبْغُوْنَ وَ مَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰہِ حُکْمًا لِّقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ(مائدہ:٥٠)

اللہ سے زیادہ بہتر حکم کرنے والا کون ہے یقین کرنے والی قوم کے لیے۔

جو اللہ کے حکم و تحکیم سے اعراض کرتا ہے وہ خالص منافق ہے فرمان ہے:

وَ اِذَا قِیْلَ لَھُمْ تَعَالَوْا اِلٰی مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ وَ اِلَی الرَّسُوْلِ رَاَیْتَ الْمُنٰفِقِیْنَ یَصُدُّوْنَ عَنْکَ صُدُوْدًا(النساء:٦١)

جب ان سے کہا جاتا ہے اس کی طرف آؤ جسے اللہ نے نازل کیا ہے اور رسول اللہ ﷺ کی طرف آؤ تو آپ منافقین کو دیکھیں گے کہ آپ کے پاس آنے سے رکتے ہیں۔

اللہ کے علاوہ کسی اور دین یا قانون کے پاس فیصلہ لے جانا جاہلیت کی صفت ہے۔

اَفَحُکْمَ الْجَاھِلِیَّۃِ یَبْغُوْنَ وَ مَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰہِ حُکْمًا لِّقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ(مائدہ:٥٠)

کیا یہ لوگ جاہلیت کا حکم تلاش کرتے ہیں کون ہے اللہ سے بہتر حکم کرنے والا یقین کرنے والی قوم کے لیے۔

اللہ کے نازل کردہ دین کے مطابق فیصلہ نہ کرنے والے دوقسم کے ہوتے ہیں۔

① وہ جو اللہ کے دین کو بدل ڈالتے ہیں یہ کفر اکبر کے مرتکب کافر ہیں ملت سے خارج ہیں اس لیے کہ اس نے اللہ کی شریعت کو چھوڑ کر دوسرے قانون کو اس لیے اپنایا کہ اسے اللہ کی شریعت سے بہتر سمجھا۔اسی طرح اگر کسی نے یہ عقیدہ رکھا کہ غیر اللہ کا قانون اللہ کی شریعت کے برابر ہے تو وہ کافر ہے۔اگر کسی نے غیر اللہ کے حکم کو جائز سمجھا وہ بھی کافر ہے۔ایک قسم اور بھی ہے جو شریعت کی دشمنی کی بدترین صورت اور اللہ ورسول اللہ ﷺ کی شدید مخالف ہے اور شریعت اسلامیہ کی توہین ہے وہ صورت ہے فرانسیسی و برطانوی اور امریکی احکام وقوانین کا اجراء جو کہ اکثر اسلامی ممالک کی عدالتوں میں جاری ہے۔ان قوانین پر مشتمل عدالتوں کے دروازے کھلے ہیں لوگ اپنے تنازعات ومقدمات ان میں لیجاتے ہیں اور وہاں سے قرآن وسنت کے خلاف فیصلے کرواتے ہیں اس سے بڑھ کر کفر کی صورت اور کوئی نہیں پائی جاتی۔اللہ کی شریعت کو بدلنے کی صورت وہاں بھی پائی جاتی ہے جہاں قبیلوں کے سردار فیصلے کرتے ہیں کہ وہ اپنے آباءواجداد سے منقول رسم ورواج دور جاہلیت کے قوانین کے مطابق فیصلے کرتے ہیں اور اللہ ورسول ﷺ کے حکم سے اعراض کرتے ہیں۔بغیر ما انزل اللہ کے مطابق فیصلے کرنے کی ایک اور قسم بھی ہے وہ بھی کفر ہے۔مگر یہ ملت سے خارج کرنے والا کفر نہیں ہے اس کی صورت یہ ہے کہ انسان کتاب وسنت کے مطابق فیصلے کرتا ہے مگر کسی مسئلے میں اپنی خواہش کی وجہ سے بغیر ما انزل اللہ فیصلہ کرلیتا ہے جبکہ وہ اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ یہ غلط ہے اس کو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کفر دون کفر کہا ہے اور اگر اس طرح کرنے کو جائز کہتا ہے تو پھر یہ کفر اکبر ہے جو کہ ملت سے خارج کرنے والا ہے اگرچہ کسی ایک مسئلہ میں کیوں نہ ہو۔اور اگر جائز نہیں سمجھتا ہو تو گناہ کبیرہ کا مرتکب تو بہر صورت ہے۔جیسا کہ زنا، چوری، شراب نوشی وغیرہ کی طرح۔

(6) ابوالفضل: ہم یہ بھی ایمان رکھتے ہیں کہ محمد ﷺ تمام انسانوں اور جنوں کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں ان کی اتباع واطاعت واجب ہے ان تمام امور میں جو وہ لائے ہیں اور ان کی تصدیق اوران کے تمام احکام کو تسلیم کرنا واجب ہے۔ کسی بھی شخص کے ایمان کی صحت کے لیے یہ لازمی ہے آپ ﷺ کی اطاعت میں سے یہ بھی ہے کہ اپنا فیصلہ آپ ﷺ اور آپ کی سنت سے کروایا جائے جس نے آپ ﷺ کا فیصلہ یا حکم ردّ کر دیا اس نے اللہ کا حکم ردّ کر دیا اور جس نے اللہ کا حکم ردّ کر دیا اس نے کفر کر لیا۔

ابواسلام: اس کی دلیل اللہ کا یہ فرمان ہے:

وَ مَآ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ(الانبیاء:۱۰۷)

ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

عالمین سے مراد یہاں انسان اور جن ہیں۔ نبی ﷺ کی بعثت عام ہے خاص نہیں ہے جیسا کہ یہود وعیسائی کہتے ہیں۔ اس بات کے دلائل بے شمار ہیں اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی اتباع کے دلائل بھی کثیر تعداد میں موجود ہیں جو بھی ''لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کا قرار کرتا ہے اس پر اتباع واجب ہے۔ محمد رسول اللہ کی گواہی کا مطلب ہے زبان سے اقرار، دل سے ایمان اور اعضاء سے اتباع کہ محمد بن عبداللہ القریشی الہاشمی اللہ کے رسول ہیں اور ان کی اتباع دین اسلام کی بنیاد ہے اور شریعت کے بدیہی مسلمات میں سے ہے اس کے بے شمار دلائل میں سے یہ بھی ہے۔

مَنۡ یُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰہَ وَ مَنۡ تَوَلّٰی فَمَآ اَرۡسَلۡنٰکَ عَلَیۡھِمۡ حَفِیۡظًا(النساء:۸۰)

جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جو پھر گیا تو ہم نے آپ

کوان پر نگران بنا کر نہیں بھیجا۔

آپ ﷺ کی اتباع،عقائد،عبادات،افعال اوراقوال میں کی جائے گی ۔آپ ﷺ کی اتباع اللہ کی محبت حاصل کرنے کا ذریعہ بھی ہے۔

قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ (آل عمران: ۳۱)

کہ دو اگر تم اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہوتو میری اتباع کرو اللہ تم سے محبت کرے گا۔

محمد ﷺ پر ایمان لانے کا تقاضا ہے کہ آپ ﷺ کی لائی ہوئی باتوں اور شریعت کو سچا مانا جائے ۔آپ ﷺ کے حکم کی پیروی کی جائے ۔اور جس سے منع کیا ہے اس سے اجتناب کیا جائے آپ ﷺ کی اطاعت ہے اپنے تنازعات کے فیصلے آپ کے پاس لیجانا اس لیے کہ جو آپ ﷺ کے پاس فیصلہ نہیں لے جاتا اللہ نے اس کے ایمان کی نفی کی ہے ۔اور نفی بھی مکرر موٴکد ہے۔

فَلَاوَ رَبِّکَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوۡکَ فِیۡمَا شَجَرَ بَیۡنَہُمۡ ثُمَّ لَا یَجِدُوۡا فِیۡۤ اَنۡفُسِہِمۡ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیۡتَ وَ یُسَلِّمُوۡا تَسۡلِیۡمًا(النساء:٦٥)

تیرے رب کی قسم یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتے جب تک کہ اپنے متنازعہ امور میں تجھے حکَم و فیصل نہ مان لیں پھر آپ ﷺ کے فیصلے سے اپنے دل میں تنگی محسوس نہ کریں اور مکمل طور پر تسلیم کرلیں۔

(7) ابوالفضل: ہمارا ایمان ہے کہ ایمان قول وعمل کا نام ہے ،دل وزبان کا قول اور دل واعضاء کا عمل ۔یہ چاروں ایمان کے ارکان ہیں ان کے زائل ہونے سے آدمی کا ایمان ختم اور زائل ہوجاتا ہے۔

ابواسلام: اس بات پر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اجماع ہے جیسا کہ متعدد ائمہ نے یہ اجماع نقل کیا ہے

۔جن میں سے ایک امام شافعی رحمہ اللہ ہیں فرماتے ہیں: صحابہ رضی اللہ عنہم اوران کے بعد جن تابعین کوہم نے پایاان کا اجماع ہے کہ ایمان قول، عمل اورنیت کا نام ہے تینوں میں سے اگر ایک بھی نہ ہوتو بقیہ فائدہ نہیں دیتے۔(الایمان ابن تیمیہ:۱۷۸)

اسی طرح ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے ''التمهید'' میں نقل کیاہے امام احمد، ابن مندہ اورالآجری نے الشریعہ میں لکھا ہے، شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے الایمان ص:۱۷۸میں لکھا ہے کہ: سلف کا اجماع ہے کہ ایمان قول وعمل کا نام ہےاور یہ گھٹتا بڑھتا ہےاس سے مراددل کا اقرار وعمل ہےاور پھرزبان کے اقرارواعضاء کاعمل ہے۔ایمان کی تعریف میں سلف کےمختلف اقوال ہیں کبھی تو وہ کہتے ہیں ایمان قول عمل اورنیت کا نام ہے۔کبھی کہتے ہیں ایمان قول وعمل کو کہتے ہیں۔کبھی کہتے ہیں قول باللسان اعتقاد بالقلب اورعمل بالجوارح کا نام ایمان ہے۔یہ سب اقوال صحیح ہیں اس لیے کہ جب وہ کہتے ہیں کہ قول وعمل ایمان ہےتو قول میں قول بالقلب بھی شامل ہوتا ہے۔اور اس میں لفظ ومعنی دونوں آجاتے ہیں صرف لفظی اقرارنہیں ہوتا۔مصنف کہتے ہیں کہ یہ چاروں ارکان ایمان ہیں۔تو چاروں سے مرادقول القلب، عمل القلب،قول اللسان اورعمل بالجوارح ہوتے ہیں۔یہ چارارکان ہیں جن کا ذکرابن قیم رحمہ اللہ نے کتاب الصلاۃ میں کیا ہے۔رکن کامعنی ہےجس پرعبادت موقوف ہواوروہ اس عبادت میں شامل ہوتا ہے یہ چار بھی ایمان کےلفظ یانام میں داخل ہیں اسماء واحکام کے مسئلہ میں کچھ گروہ بن چکے ہیں جیسے جہمیہ جن کا کہنا ہے کہ ایمان دل کی تصدیق کا اورعلم کا نام ہے۔وہ دل کےعمل کوایمان کا جزنہیں سمجھتے۔جیسا کہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے وضاحت کی ہے۔فرماتے ہیں: یہاں سے جہم بن صفوان اوراس کے متبعین کی غلطی ظاہر ہوجاتی ہے کہ وہ صرف دل کی تصدیق اوردل کےعلم کوہی ایمان قراردیتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ انسان صرف دلی ایمان سے بھی کامل ایمان والا بن جاتا ہے۔(الایمان لابن تیمیہ رحمہ اللہ ص: ۱۷۸)

سلف نے ایمان سے متعلق جہم کی رائے اپنانے والوں کو کافر قرار دیا ہے یہ لوگ مرجئہ گروہ میں سے ہیں۔(ایضاً) مرجئہ کی تین اقسام ہیں ان میں سے ایک جہمیہ ہے جو غلو کرنے والا فرقہ ہے۔یہ لوگ دل کے عمل کو ایمان میں داخل نہیں سمجھتے جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے۔دوسرا فرقہ مرجئہ ہے جو دل کے عمل کو ایمان میں داخل سمجھتا ہے اکثر مرجئہ فرقوں کی یہی رائے ہے۔مرجئہ میں سے ایک اور قسم وہ ہے جو کہتے ہیں کہ ایمان صرف زبانی اقرار کا نام ہے یہ کرامیہ ہیں۔تیسرا گروہ کہتا ہے کہ زبانی اقرار اور دلی تصدیق کا نام ایمان ہے یہ ان میں سے عبادت گزار اور فقیہ لوگوں کی رائے ہے۔(الایمان:ص ۱۸٤)

اس لیے مصنف نے متن میں مذکور چار ارکان ذکر کیے ہیں تاکہ مرجئہ بدعتیہ فرقہ کی مخالفت ہو جبکہ موجودہ دور کے مرجئہ اعضاء کے عمل کو ایمان کی تکمیل کے لیے شرط مانتے ہیں مطلب یہ ہے کہ جب کوئی آدمی دل سے تصدیق کر لے اور زبان سے شہادتین کا اقرار کر لے مگر ان شہادتین کے تقاضوں کے مطابق عمل نہ کرے تو اسلام کے فرائض ترک کرنا اس کے لیے مضر نہیں ہے۔یہ قول بھی فاسد ہے علماء نے اس قول کی نہ صرف تردید و مذمت کی ہے بلکہ اس سے احتراز واجتناب کی شدید تاکید کی ہے۔جیسا کہ شیخ عبداللہ ابن باز رحمہ اللہ سے اس آدمی کے بارے میں سوال ہوا جو کہتا ہے کہ عمل ایمان میں داخل ہے مگر یہ اس تکمیل کی شرط ہے تو شیخ نے جواب دیا کہ نہیں یہ ایمان کی تکمیل کی شرط نہیں ہے بلکہ ایمان کا جزء ہے یہ قول مرجئہ کا ہے ۔(مشکاۃ۔رسالہ) دور حاضر کے مرجئہ نے ایمان کے مسئلہ میں اشاعرہ اور ماتریدیہ کا مذہب اختیار کرلیا ہے (اس کے ثبوت کے لیے) ان کے اقوال پیش خدمت ہیں۔

① ابراہیم البیجوری جوھرۃ التوحید کی شرح میں لکھتے ہیں: اہل سنت کے ہاں مختار قول یہ ہے کہ یہ شرطِ کمال ہے جس نے عمل کیا اس نے کمال حاصل کرلیا جس نے عمل ترک کیا وہ مومن ہے مگر

ایمان کا کمال اس سے رہ گیا ہے جبکہ یہ (ترک عمل) بطور استحلال یا شریعت میں شک یا شرک کی عناد کی وجہ سے نہ ہو۔(جوهرة التوحيد: ۵۵)

② احمد محمد طیب کہتے ہیں: ماتریدیہ اور کچھ دیگر اشاعرہ کے نزدیک (ایمان) تصدیق باطنی کا نام ہے جبکہ زبانی اقرار اس پر دلیل ہے اور عمل اس کی تکمیل ہے جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے:

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰہُ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ (زمر: ۲۲)

جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لیے کھول دیا ہو۔

لہٰذا اعمال تکمیل ایمان ہیں۔(نفخ الطيب من الغصن الرطيب فى مذهب اهل السنة الحبيب) جہاں تک خوارج کی بدعت کا تعلق ہے تو وہ پہلی بدعت ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں پیدا ہوئی۔ خوارج تمام اطاعات کو ایمان کا حصہ و جزء قرار دیتے ہیں ان کی رائے کے مطابق اگر کوئی شخص ایک بھی اطاعت ترک کر دے تو وہ کفر اکبر کا مرتکب ہوتا جو ملت سے خارج ہو جاتا ہے۔ اسی لیے خوارج کی یہ رائے مشہور ہے کہ وہ ایسے آدمی کو قرآن کا منکر اور جہنم میں ہمیشہ رہنے والا قرار دیتے ہیں اسی لیے ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا: جو بھی آدمی ایمان کے بارے میں خوارج اور مرجئہ کے قول پر غور کرے گا وہ خود ہی سمجھ جائے گا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت ہے۔ یہ بھی معلوم ہے کہ اللہ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ایمان کی اتمام و تکمیل ہے مگر ایسا نہیں ہے کہ کوئی گناہ کر لینے سے آدمی کافر بن جاتا ہے۔(الایمان: ۲۷۲)

(8) ابوالفضل: ہمارا ایمان ہے کہ جس نے عمل اعضاء کو ترک کیا وہ کفر اکبر کا مرتکب اور اسلام سے خارج ہو گیا۔

ابو اسلام: اس کا مطلب یہ ہے کہ جس نے فرض اعمال کو ترک کیا بغیر کسی شرعی عذر کے مثلاً یہ

کہے کہ میں نماز نہیں پڑھوں گا۔ روزہ نہیں رکھوں گا زکاۃ نہیں دوں گا حج نہیں کروں گا اور ممنوعہ معصیات کا ارتکاب شروع کر دیا جیسے شراب پینا، زنا کرنا وغیرہ اور اس کے باجود یہ کہے کہ میں مسلمان ہوں اس لیے کہ میں شہادتین کی گواہی دیتا ہوں یہ قول صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجماع کے خلاف ہے۔

ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے اس طرح کا سوال ہوا تو انہوں نے جواب دیا جس نے یہ اعتقاد رکھا کہ صرف شہادتین کے زبانی اقرار سے آدمی جنت میں داخل ہو جاتا ہے اور جہنم میں جانے سے محفوظ رہتا ہے تو یہ کہنے والا گمراہ ہے کتاب وسنت اور اجماع مومنین کے خلاف بات کرتا ہے یہ بات تو منافقین نے کی تھی جو جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں رہیں گے اور یہ بہت بڑی تعداد میں تھے بلکہ منافقین تو صدقہ ونماز ادا بھی کرتے تھے۔(مجموع الفتاویٰ ۱۹/۲۵)

اس آدمی کا کفر ثابت ہو گیا اس لیے کہ یہ اللہ کے فرض کردہ اعمال سے رک گیا ہے۔ابن بطہ العبکری کہتے ہیں: کوئی بھی شخص اگر کتاب اللہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تاکید کردہ فرض میں سے کسی کو ترک کرتا ہے اور یہ ترک وانکار وتکذیب کی بنیاد پر ہے تو یہ شخص صریح کافر ہے کوئی بھی مومن اس کے کفر میں شک نہیں کر سکتا۔ جو اس کا اقرار کرے (صحیح عقیدے کا) مگر پھر اس کو اہمیت نہ دیتے ہوئے یا مرجئہ کے عقیدے کو اپناتے ہوئے اس اقرار کو چھوڑ دے تو وہ تارک ایمان ہے اس کے دل میں کسی قسم کا ایمان نہیں ہے۔ یہ ان منافقین میں سے شمار ہوگا جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں منافقت کی اور ان کے بارے میں قرآن مجید میں آیات نازل ہوئیں جن میں یہ بتایا گیا کہ یہ جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں رہیں گے۔(مجموع الفتاویٰ:۱۹/۲۵)

مذاہب مرجئہ کی بات شیخ نے کی ہے اس لیے کہ وہ لوگ صرف ترک عمل کو کفر نہیں سمجھتے بلکہ جب

اس کے ساتھ معاصی وگناہوں کا ارتکاب ہو تب سمجھتے ہیں۔اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں
:مرجئہ نے غلو سے کام لیا یہاں تک کہ ان کا یہ قول مشہور ہوا کہ وہ کہتے ہیں ۔جس نے فرض
نمازیں،روزے،زکاۃ،حج اور دیگر فرائض ترک کردیئے بغیر انکار کیے تو ہم اسے کافر نہیں کہتے
اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔جبکہ وہ اقراری ہو(منکر ہو)اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ مرجئہ
ہیں۔(فتح الباری ابن رجب: ۱/۳۲)

ائمہ اہل سنت نے تارک عمل کو کافر قرار دیا ہے۔احمد بن حنبل رحمہ اللہ کہتے ہیں:حمیدی رحمہ اللہ نے
ہمیں بتایا کہ مجھے خبر ملی کہ کچھ لوگ کہتے ہیں جس نے نماز زکاۃ روزہ اور حج کا اقرار کیا مگر مرتے دم
تک ان میں سے کوئی بھی عمل نہیں کیا اور مرتے وقت تک قبلہ کی طرف پیٹھ کرکے نماز پڑھتا رہا تو
وہ مومن ہے جب تک کہ ان فرائض کا انکار نہ کرے تو معلوم ہوا کہ اس ترک میں بھی اس کا ایمان
ہے اور کتاب اللہ وسنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور علمائے مسلمین کی مخالفت ہے۔اللہ تعالیٰ کا فرمان
ہے:

وَ مَآ اُمِرُوۡآ اِلَّا لِیَعۡبُدُوا اللّٰہَ مُخۡلِصِیۡنَ لَہُ الدِّیۡنَ(البینة:٥)

انہیں صرف حکم دیا گیا ہے کہ ایک اللہ کی عبادت کریں اس کے لیے دین کو خالص
کرتے ہوئے۔

حنبل رحمہ اللہ کہتے ہیں:میں نے ابوعبداللہ احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے سنا فرمارہے تھے جو یہ بات کرتا
ہے وہ کافر ہے اللہ پر اس کا حکم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کی شریعت لوٹا رہا ہے(قبول نہیں کررہا
)۔(الایمان:٢٠٦)

(9) ابوالفضل: ہم یہ بھی ایمان رکھتے ہیں کہ تکفیر شرعی حکم ہے اس کو کتاب اللہ وسنت رسول

ﷺ اور اجماع امت کی طرف لوٹایا جائے گا۔

ابو اسلام: کفر شرعی حکم ہے۔ کافر وہ ہے جسے اللہ اور اس کا رسول اللہ ﷺ نے کافر قرار دیا ہو تکفیر کسی انسان کا حق نہیں ہے یہ صرف اللہ کا حق ہے یہ خالص سماعی مسئلہ ہے اس میں عقل کو دخل نہیں ہے کفر پر دلیل بھی صرف سماعی ہوتی ہے اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ تکفیر صرف وہی کرسکتا ہے جو اس کا اہل ہو یعنی علوم شرعیہ سے واقفیت رکھتا ہو اس لیے کہ اسماء وصفات میں مسالک مختلف ہیں جس طرح کہ حلال وحرام اور واجب قرار دینے کا حق اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ہے اسی طرح تکفیر کا بھی ہے۔ جب تکفیر کا حق صرف اللہ ورسول ﷺ کے پاس ہے تو پھر صرف اسی کو کافر قرار دیا جائے گا جس کے کفر پر قرآن وسنت سے واضح دلائل ہوں۔ جن میں کسی کو اختلاف نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ صرف خواہش کی بنا پر کسی کی تکفیر اللہ پر بغیر علم کے بات کرنا ہے جسے رب نے حرام قرار دیا ہے۔

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ مَا بَطَنَ وَ الْاِثْمَ وَ الْبَغْیَ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَ اَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّ اَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (اعراف:۳۳)

کہ دیں کہ میرے رب نے فواحش ظاہرہ وباطنہ کو حرام قرار دے دیا ہے اور گناہ۔ زیادتی ناحق اور اللہ کے ساتھ شرک جس کی کوئی دلیل نہیں ہے اور یہ (بھی حرام ہے) کہ تم اللہ کے بارے میں وہ بات کرو جو تم نہیں جانتے۔

مصنف کا یہ قول کہ جنس عمل کو ترک کرنا تو دور حاضر کے مرجئہ جنس لفظ پر اعتراض کرتے ہیں کہ یہ نوایجاد لفظ ہے؟ حالانکہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ عمل ایمان کے لوازمات میں سے ہے اور

انہوں نے لفظ جنس استعمال کیا ہے فرماتے ہیں: یہ پہلے گزر چکا ہے کہ جنس اعمال لوازماتِ ایمان قلب میں سے ہے اور قلب کا ایمان تام اعمال ظاہرہ میں سے کسی عمل کے بغیر ناممکن ہے چاہے ظواہر کو ایمان کے لوازم قرار دیں یا جزء ایمان۔(مجموع الفتاوی۷/۶۱۶)

(10) ابوالفضل: ہمارا ایمان ہے کہ اہل قبلہ میں سے کسی کو گناہ کی وجہ سے (سوائے شرک کے) کافر نہیں کہا جائے گا۔

ابواسلام: اس پر اہل سنت کا اتفاق ہے اس لیے کہ شرک کے علاوہ گناہ کبائر ہیں جیسے زنا۔ چوری۔ شراب پینا۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اس کی وضاحت کی ہے فرماتے ہیں: جب ہم یہ کہتے ہیں کہ اہل سنت اس بات پر متفق ہیں کہ گناہ کی وجہ سے کسی کو کافر نہیں کہا جائے گا تو اس گناہ سے مراد ہوتی ہے معاصی جیسے زنا و شراب خوری۔(مجموع الفتاوی:۷/۳۰۲)

یہ ہے علمائے مسلمین کی مراد نہ یہ کہ جو مرجئہ نے کہا ہے کہ مسلمان جتنے بھی کبائر کا مرتکب ہوتا ہے ان کے لیے استحلال شرط ہے چاہے شرک ہی کیوں نہ ہو (تب اسے کافر کہا جائے گا) یہ قول عین جہمیہ کا قول ہے۔ سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مرجئہ نے ترک فرائض کو محرمات کے ارتکاب کے برابر گناہ قرار دیا ہے حالانکہ یہ دونوں عمل برابر نہیں ہیں اس لیے کہ محارم کا ارتکاب بغیر استحلال کے جان بوجھ کر کرنا معصیت ہے اور بغیر جہل کے ترکِ فرائض کفر ہے۔(جامع العلوم والحکم)

جب کہ طائفہ منصورہ اہلسنت ان کے درمیان اس بات میں کوئی اختلاف نہیں ہے کے شرابی کے بارے میں یہ نہیں کہا جائے گا کہ وہ حلال سمجھ رہا ہے اور یہ اس وقت تک نہیں کہا جائے گا جب تک وہ کہہ نہ دے یا شراب کی حلت کی دلیل نہ دے جب اس طرح کر لے گا تو اس کا حکم یہ ہے کہ اس

سے توبہ کروائی جائے گی۔

(11) ابوالفضل: ہم یہ بھی ایمان رکھتے ہیں کہ جس نے بھی کفریہ بات کی یا کفریہ عمل کیا وہ اس کی بنا پر کافر قرار پائے گا اگرچہ اس نے کفر کا ارادہ نہ بھی کیا ہو۔

ابواسلام: اس کی مثال ہے اللہ یا اس کے رسول اللہ ﷺ کو گالی دینا صرف گالی دینے سے ہی اسے کافر کہا جائے گا چاہے اسے حلال سمجھتا ہو یا نہ سمجھتا ہو۔ چاہے جان بوجھ کر ہو حلال سمجھتا ہو تب بھی کافر ہے۔ اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے جسے اسحٰق بن راہویہ رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے فرماتے ہیں: مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ جس نے اللہ کو یا اس کے رسول اللہ ﷺ کو گالی دی یا اللہ کے نازل کردہ کسی حکم کو ردّ کیا یا کسی نبی کو قتل کیا تو وہ اس عمل سے کافر ہو گیا چاہے وہ اللہ کے دیگر تمام احکامات کا اقراری کیوں نہ ہو۔ (الصارم المسلول: ٤)

قاضی ابویعلیٰ رحمہ اللہ کہتے ہیں: جس نے اللہ یا اس کے رسول اللہ ﷺ کو گالی دی وہ کافر قرار پایا چاہے وہ اس گالی دینے کو حلال سمجھے یا نہ سمجھے صرف زبان سے گالی نکالنے پر ہی کافر قرار پائے گا اس لیے کہ اللہ نے نبی کا زبانی مذاق اڑانے والوں قراء کے بارے میں فرمایا ہے کہ:

لَا تَعۡتَذِرُوۡا قَدۡ كَفَرۡتُمۡ بَعۡدَ اِيۡمَانِكُمۡ (توبة: ٦٦)

بہانے مت بناؤ تم ایمان لانے کے بعد کفر کر چکے ہو۔

جہاں تک فعل و عمل کی بات ہے مثلاً غیر اللہ کے آگے سجدہ کرنا۔ قرآن کو گندگی میں پھینکنا یا کرسمس وغیرہ کے مواقع پر گرجوں میں جانا تو اس کے مرتد ہونے میں کتب فقہ میں حکم مرتد کے بارے میں تفصیلات ہیں۔ مصنف کا یہ کہنا کہ اگرچہ قصد نہ کیا ہو۔ یہ مرجئہ پر ردّ ہے جو قصدِ کفر کی شرط لگاتے ہیں۔ قصد بمعنی پختہ ارادہ کے ہے مرجئہ نے ایسے آدمی کی تکفیر کے لیے قصدِ کفر کی شرط

لگائی ہے انہوں نے قصدِ قول اور قصدِ فعل میں فرق نہیں کیا ہے قصدِ کفر قلبی استحلال کو کہتے ہیں (دل سے حلال ماننا) یہ بدعی شرط ہے صرف غلو کرنے والے مرجئہ یہ شرط لگاتے ہیں۔ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے یہ مسئلہ ثابت کیا ہے فرماتے ہیں: جس نے کفریہ قول یا کفریہ عمل کا ارتکاب کیا وہ کافر ہوگیا اگرچہ اس نے کافر ہونے کا قصد نہ بھی کیا ہو اس لیے کہ کافر ہونے کا قصد شاذو نادر ہی کوئی کرے گا۔(عارض الجهل لابی العلاء رشد:۱۰۱-۱۰۲)

اہل سنت قصدِ کفر اور قصد فعل میں فرق کرتے ہیں اس لیے کہ قصد متعدد معانی کے لیے آتا ہے:

① **ارادہ جازمہ (پختہ ارادہ):** یہ ارادۂ فعل یا آمادگی فعل کے لیے آتا ہے اگر کوئی فعل اس سے خالی ہو تو پھر وہ باب الخطاء کے تحت آتا ہے۔اس کی مثال یہ ہے کہ ایک آدمی سے قرآن گر گیا جب کہ اسے معلوم نہیں تھا کہ یہ قرآن ہے اس صورت میں ارادہ جازمہ نہیں ہوگا۔

② **اختیار اور رضامندی:** کافر بنا دینے والے عمل پر آمادگی جس کے بارے میں فقہاء کہتے ہیں جس نے جان بوجھ کر اپنے اختیار کے ساتھ بلا اکراہ کفر کا ارادہ کیا۔اس قسم کا پایا جانا یا نہ پایا جانا شرع میں معتبر ہوتا ہے۔اس کی کئی صورتیں اور تفصیلات ہیں جو اکراہ کے تحت درج ہوتی ہیں۔

③ **قصد بمعنی اعتقاد اور نیت:** مطلب یہ کہ ایک فعل کو یہ اعتقاد رکھتے ہوئے کرنا کہ وہ کفر ہے اور کفر میں واقع ہونے کا ارادہ کرتے ہوئے فعل کا ارتکاب کرتا ہے۔کفر کا یہ تیسرا معنی ہے ہماری مراد ہے کہ ہم اس سے بحث کریں جبکہ پہلے والے جو دو معنی ہیں ان میں کسی کو اختلاف نہیں ہے کہ اس کو مکمل طور پر شرط لگائے۔(عارض الجهل:۱۰۱-۱۰۲)اس تیسرے معنی میں اختلاف مرجئہ کی وجہ سے ہے کہ وہ قصد کفر کی شرط لگاتے ہیں یعنی استحلال کی۔

(12) ابوالفضل: ہم یہ بھی ایمان رکھتے ہیں کہ کفر دل، زبان اور عمل تینوں سے ہوتا ہے

ابواسلام: جب ایمان جڑ اور تنا ہے تو اس کی متعدد شاخیں بھی ہیں ہر شاخ کو ہی ایمان کہا جائے گا۔اسی طرح کفر کی بھی جڑ اور شاخیں ہیں جب ایمان کی ہر شاخ کو ایمان کہا جاتا ہے تو کفر کی ہر شاخ بھی کفر ہی ہے۔حیا بھی ایمان کی ایک شاخ ہے۔حیاء کی کمی کفر کی شاخوں میں سے ایک شاخ ہے ۔سچائی ایمان کی شاخوں میں سے ہے ۔جھوٹ کفر کی شاخ ہے ۔نماز، روزہ، زکاۃ، حج ایمان کی شاخیں ہیں ان کا ترک کرنا کفر کی شاخ ہے اور اللہ کے نازل کردہ کے علاوہ کے مطابق فیصلہ کرنا کفر کی شاخ ہے۔معاصی جتنی بھی ہیں سب کفر کی شاخیں ہیں جس طرح کہ اطاعت ساری ایمان کی شاخیں ہیں ۔ایمان کی شاخوں کی بھی دو قسمیں ہیں قولی، فعلی، ایمان کی قولی شاخوں میں سے ایک شاخ ایسی ہے کہ اس کے زائل اور ختم ہونے سے ایمان زائل ہو جاتا ہے۔اسی طرح کفر کی شاخوں میں سے ایک شاخ ایسی بھی ہے جس سے کفر لازم آتا ہے جیسا کہ کفریہ کلمہ عمداً واختیاراً کہنا اسی طرح کفر کی ایک شاخ فعلی ایسی ہے کہ اس سے کفر لازم آتا ہے جیسے بت کو سجدہ کرنا اور قرآن مجید کی توہین کرنا۔عملی ایمان عملی کفر کی ضد ہے اور اعتقادی ایمان اعتقادی کفر کی ضد ہے۔(عارض الجهل:۱۰۱-۱۰۲)

(13) ابوالفضل: ہمارا اس پر بھی ایمان ہے کہ کفر عملی اکبر بھی ہوتا ہے اور کفر اصغر بھی اور کفر اعتقادی بھی اکبر و اصغر ہوتا ہے۔

ابواسلام: لغت میں کفر کا معنی ہے ڈھانپنا، پردہ ڈالنا، رات کو کافر کہتے ہیں اس لیے کہ وہ ہر چیز کو ڈھانپ لیتی ہے اصطلاح میں کفر کا معنی ہے اللہ کے فرائض میں سے کسی فرض کا انکار کرنا جبکہ اس پر حجت قائم ہو چکی ہو یعنی اس کو حق پہنچ چکا ہو اور یہ انکار دل سے ہو یا زبان سے یا دونوں سے بیک وقت یا ایسا کوئی عمل کرے جو اس کو لفظ ایمان سے خارج کرنے والا ہو علماء اہلسنت نے کفر کو

دو قسموں میں تقسیم کیا ہے۔

① **کفر عملی:** (کتاب الصلاۃ ابن قیم : ۲۶-۲۸) اس کی مزید دو قسمیں بنتی ہیں۔

① جو ایمان کی ضد ہو یعنی کفر اکبر ہو جو ملت سے خارج کرنے والا ہوتا ہے مثلاً بت کو سجدہ کرنا اور قرآن کی توہین کرنا۔ نبی کو قتل کرنا۔ ان کو گالی دینا۔ یہ ایمان کی ضد ہے اور اللہ کے نازل کردہ دین کے علاوہ کسی اور دین پر فیصلہ کرنا (جیسا کہ اہلسنت نے ثابت کیا ہے) اور نماز ترک کرنا یہ سب کام کفر عملی کی صورتیں ہیں جو ایمان کی ضد ہیں۔

② **جو ایمان کی ضد نہ ہو:** یعنی کفر اصغر ہو ملت سے خارج کرنے والا نہ ہو مگر گناہ کبیرہ ہو جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا تھا: ((لا ترجعوا بعدی کفاراً یضرب بعضکم رقاب بعض)) میرے بعد کافر مت بن جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارو۔ یہ کفر عمل ہے اسی طرح حدیث میں ہے: ((سباب المسلم فسوق وقتاله کفر)) مسلمان کو گالی دینا فسق اور اس سے قتال کرنا کفر ہے۔ قتال اور گالی فرق کیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ نبی ﷺ کی مراد یہاں کفر عملی ہے اعتقادی نہیں اس طرح کا کفر کلی طور پر ملت سے خارج کرنے والا نہیں ہوتا۔ جس طرح کہ زنا اور چوری، شراب پینا ملت سے خارج نہیں کرتا اگرچہ اس پر سے لفظ ایمان زائل ہو جاتا ہے۔ یہ تفصیل ان صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اقوال میں موجود ہے جو اس امت کے سب سے بڑے عالم تھے وہ کتاب اللہ اور اسلام کو سب سے زیادہ جانتے تھے اس کے لوازمات سے بھی اچھی طرح واقف تھے۔ (کتاب الصلاۃ ابن قیم رحمہ اللہ)

② **کفر اعتقادی:** اس کی بھی دو قسمیں ہیں:

① **اکبر:** جو کہ ملت سے خارج کرنے والا ہے۔ اس کفر کو کفر جحود یا کفر عناد کہا جاتا ہے اس کا

مطلب ہے کہ یہ جانتے ہوئے کہ فلاں حکم رسول اللہ ﷺ اللہ کی طرف سے لائے ہیں مگر پھر بھی اس کا انکار کرے عناد کی وجہ سے، اللہ کے اسماء، صفات، افعال واحکام میں سے کسی کا انکار کرے یہ کفر مکمل طور پر ایمان کی ضد ہے۔

② **اصغر:** جو کہ ملت سے خارج نہیں کرتا اس قسم کے کفر کا تعلق بھی اعتقاد کے ساتھ ہے اس کا مرکز ومقام دل ہے اس سے مراد ہے ریاء جو کہ دل کے اعمال میں سے ہے حدیث صحیح میں آتا ہے رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: میں تمہیں اس چیز سے ڈرا رہا ہوں جس کا مجھے خوف ہے (کہ تم اس میں مبتلا ہو گے) وہ شرک اصغر ہے سوال ہوا شرک اصغر کیا ہے؟ آپ ﷺ نے جواب دیا: ریاء، ریاء شرک اصغر ہے اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ عمل شروع کیا جائے اور پھر اس پر اترایا جائے اس حال میں یہ کفر اعتقادی اصغر ہوتا ہے اور اگر عمل شرع سے ہی ریاء پر مبنی ہو تو اس صورت میں وہ شرک اکبر کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔

(14) ابوالفضل: ہم یہ بھی ایمان رکھتے ہیں کہ عام طور پر لوگوں کا کفر عناد اور اعراض ہے اور یہی وہ کفر ہے جس پر نبی ﷺ نے قتال کیا ہے۔

ابواسلام: یہ کفر کی اقسام میں سے ایک اور قسم ہے یہ ہے کفرِ عناد و اعراض، لغت میں اعراض کہتے ہیں رک جانے اور پھر جانے کو، یہاں اعراض سے مراد ہے اللہ کے دین سے مکمل طور پر پھر جانا کہ نہ اس کا علم حاصل کرے نہ اس پر عمل کرے، یعنی رسول اللہ ﷺ کی اطاعت سے منہ موڑ لے آپ ﷺ کی اتباع کرنے سے رک جائے۔ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اس کی کفر کی وضاحت کی ہے فرماتے ہیں: یہ بات ظاہر اور واضح ہو چکی ہے کہ دین میں قول وعمل لازمی ہیں یہ ناممکن ہے کہ کوئی شخص صرف دل سے اللہ ورسول اللہ ﷺ پر ایمان لائے (اور اسے مومن کہا جا سکے) یا صرف

دل وزبان سے ہواور ظاہری عمل نہ کرے نماز، روزہ وغیرہ واجبات میں سے کچھ بھی نہ ہو۔(مجموع الفتاویٰ: ۲۶۱/۷)

اکثر لوگوں کا کفر دین اور ہدایت سے اعراض ہوتا ہے جو دراصل نفاق کی ایک صورت ہے یہ ایمان کے منافی اوراس کی ضد ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَ يَقُوۡلُوۡنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ بِالرَّسُوۡلِ وَ اَطَعۡنَا ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيۡقٌ مِّنۡهُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ ذٰلِكَ وَ مَاۤ اُولٰٓئِكَ بِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ(نور:۴۷)

یہ لوگ کہتے ہیں ہم ایمان لائے اللہ اور رسول اللہ ﷺ پر اور ہم نے اطاعت کی پھر ان میں سے ایک گروہ پھر گیا اس کے بعد اور وہ لوگ مومن نہیں ہیں۔

ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ آیات محکمات ہیں کسی کے لیے اس میں کوئی موقع نہیں چھوڑا گیا کہ وہ اس میں کوئی راستہ نکال سکے اللہ نے اس میں ہمارے زمانے کے لوگوں کے کرتوت کا ذکر کیا ہے کہ یہ لوگ کہتے ہیں ہم اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ پر ایمان لائے ہیں ان کی اطاعت کرنے والے ہیں مگر پھر ان میں سے ایک گروہ اس اقرار کے بعد پھر جاتا ہے اور اللہ ورسول ﷺ کے احکامات کی مخالفت کرتا ہے اس کی آیت کی رو سے یہ لوگ مومن نہیں ہیں۔(الاحکام فی اصول الاحکام: ۹۲/۱)

اسی طرح کا اعراض ارجاء کی دعوت دینے والوں کی طرف سے بھی ہے۔امت کے جسم میں اس مہلک مرض کو داخل کرنے میں یہ لوگ بڑی مہارت رکھتے ہیں اسی طرح سیکولرازم کے پرچارک جو قرآن کو صرف تلاوت کی کتاب سمجھتے ہیں مرجئہ وسیکولر لوگوں کے ہاں قرآن کے احکام پر عمل کرنا بے فائدہ ہے۔اللہ کے نازل کردہ کے بغیر دوسرے قوانین پر فیصلے کرنے والے حکمران اس قسم کے کفر کو پھیلانے کے ذمے دار ہیں۔یہ مرض مسلمانوں میں کافی حد تک سرایت کر چکا ہے

بہت سے لوگ ہیں اگر ان سے نماز، روزہ، حج، زکاۃ کے ترک کرنے کی وجہ پوچھیں تو ان کے پاس کوئی شرعی دلیل نہیں ہوتی سوائے کمزور دلائل کے اس کے باوجود وہ ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: (اس قسم کے حکم کے بارے میں) یہ ناممکن ہے کہ کسی کے دل میں ایمان (اس صورت میں) برقرار رہے کہ اسے معلوم ہو کہ اللہ نے اس پر نماز، روزہ، حج، زکاۃ فرض کی ہے اور پھر وہ ساری زندگی ان میں سے کوئی بھی عمل نہ کرے نہ نماز، نہ روزہ، نہ حج، نہ زکاۃ تو اس طرح کا طرز عمل نفاق کی وجہ سے ہوتا ہے ایمان کی موجودگی میں نہیں ہوتا۔ (مجموع الفتاویٰ: ٦١١/٧)

(15) ابوالفضل: ہمارا ایمان ہے کہ جو ہمارے سامنے اسلام کا اظہار کرے گا ہم اس پر مسلمان ہونے کا حکم لگائیں گے اور اس کے ساتھ مسلمانوں والا معاملہ کریں گے اور جو بھی ہمارے سامنے کفر کا اظہار کرے گا ہم اس کے ساتھ کفار والا معاملہ کریں گے اور اسے ظاہراً وباطناً کافر مانیں گے (اگر کوئی شرعاً معتبر مانع نہ ہو)

ابو اسلام: یہ اہل سنت کے اصول کے تحت کہا گیا ہے وہ اصول یا قاعدہ یہ ہے کہ کسی پر کفر یا ایمان کا حکم اس کے ظاہر کے مطابق لگایا جائے گا۔ نیت اور مقاصد کی نہیں دیکھا جائے گا یہ قاعدہ اہل علم کے ہاں ثابت شدہ ہے حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ نے اس قاعدے پر اجماع نقل کیا ہے فرماتے ہیں: سب کا اجماع ہے کہ دنیا میں حکم ظاہر پر لگایا جائے گا باطن کا علم اللہ کے پاس ہے۔

(فتح الباری: ٢٧١/٢)

حدیث میں آتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: مجھے لوگوں کے دلوں کو ٹٹولنے کا حکم نہیں دیا گیا ہے۔ اس حدیث کی تشریح میں امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس کا معنی یہ ہے کہ مجھے ظاہر پر حکم

لگانے کا کہا گیا ہے باطن کا علم اللہ کو ہے۔(شرح نووی مسلم: ۱۸٤/۱)

اس معاملے میں اہل سنت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے طریقے پر عمل پیرا ہیں وہ اس شخص کو مسلمان سمجھتے تھے جو اسلام کا اظہار کرتا تھا اور اس کے ساتھ مسلمانوں والا معاملہ کرتے تھے اسی وجہ سے علماء نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ مسلمان کا لفظ ظاہری طور پر منافقین کے لیے بھی بولا جائے گا اس لیے کہ وہ بظاہر اسلام قبول کر چکے ہوتے ہیں (اسلام کا اظہار کرتے ہیں) اور ظاہری اعمال بجالاتے ہیں مثلاً نماز وغیرہ۔اور جو شخص کفر کا اظہار کرتا ہے بغیر کسی شرعی مانع کے (شرعی موانع ہیں، جہل، تاویل، خطاء، شبہ، اکراہ) تو ہم اس کے ظاہر کی وجہ سے اس پر کفر کا حکم لگائیں گے اور باطناً بھی اسے کافر ہی سمجھیں گے۔اس کے ساتھ کفار والا سلوک کریں گے یہ بھی حکم بالظاہر کے قاعدے میں داخل ہے۔جس نے زبان سے کوئی ایسی بات نکالی جو صریح شرعی دلیل کی بنا پر کفر کا سبب بنتی ہو تو اس پر کفر کا حکم لگایا جائے گا جیسے اللہ کو یا نبی ﷺ کو گالی دینے والا اس پر کفر کا حکم لگے گا اور کفار والا معاملہ اس کے ساتھ کیا جائے گا۔

(16) ابوالفضل: ہمارا ایمان ہے کہ تارک نماز کافر ہے کفر اکبر کا مرتکب ہے جو ملت سے خارج کرنے والا کفر ہے۔

ابواسلام: اس پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اجماع ہے اور کتاب وسنت سے ثابت بھی ہے۔کتاب اللہ کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

① فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا (مریم:٥٩)

ان کے بعد نااہل لوگ ان کے جانشین بنے جنہوں نے نماز ضائع کردی اور

خواہشات کی پیروی یہ عنقریب جہنم کے گڑھے میں جا گریں گے۔

عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے اللہ کا کلام سنا کہ اس نے ایک قوم کا عیب بیان کیا ہے کہ انہوں نے نماز ضائع کردی ان کا ضائع کرنا اس کو ترک کرنا نہیں تھا اگر ترک کر دیتے تو کافر کہلاتے انہوں نے نماز کو وقت سے مؤخر کیا۔(ابن کثیر)

② فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ۝ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ(الماعون:٤-٥)

نمازیوں کے لیے بربادی ہے جو اپنی نمازوں سے غافل ہیں۔

ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: تارک نماز کی ہلاکت یا کفار کی ہلاکت سے ملی ہوئی ہے یا فاسقوں کی ہلاکت سے مگر کفار کی ہلاکت سے ملانا زیادہ بہتر ہے۔ایک وجہ تو اس کی یہ ہے کہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اگر یہ لوگ نماز ترک کر دیتے تو کفار کہلاتے۔دوسری وجہ یہ ہے کہ ان کے کفر پر ہمارے پاس دلائل ہیں۔(کتاب الصلاة:٣٥)

③ فَاِنْ تَابُوْا وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ(توبہ:١١)

اگر یہ توبہ کرلیں، نماز قائم کریں، زکاۃ دیں تو تمہارے دینی بھائی ہیں۔

شیخ محمد صالح العثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: آیت سے دلالت اس طرح لی جاسکتی ہے کہ مشرکین اور ہمارے (مسلمانوں) کے درمیان اخوت قائم کرنے کے لیے تین شرطیں ہیں:

① شرک سے توبہ کریں۔

② نماز قائم کریں۔

③ زکاۃ ادا کریں۔

اگر شرک سے توبہ کرتے ہیں مگر نماز نہیں پڑھتے اور زکاۃ نہیں دیتے تو ہمارے دینی بھائی نہیں ہیں۔ اخوت کی اس وقت نفی ہوتی ہے جب انسان دین سے مکمل طور پر خارج ہو جائے۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ تارک زکاۃ بھی کافر ہو اس لیے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں مانع زکاۃ کی سزاء کے ذکر کے بعد یہ ہے کہ پھر وہ اپنا راستہ دیکھے گا یا جنت کی طرف یا جہنم کی طرف۔(صحیح مسلم)

سنت سے دلائل

ابن رجب الحنبلی رحمہ اللہ کہتے ہیں جہاں تک نماز کی بات ہے تو متعدد احادیث ایسی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ جس نے نماز ترک کی وہ اسلام سے خارج ہو گیا۔(جامع العلوم والحکم ٤٣-٤٤:)

حدیث نمبر ① نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب ابن آدم سجدہ کرتا ہے (نماز پڑھتا ہے) تو شیطان دور چلا جاتا ہے اور روتا ہے کہ افسوس ابن آدم کو سجدے کا حکم ملا تو اس نے کر لیا اور جنت میں چلا گیا۔ مجھے سجدے کا حکم ہوا تو میں نے انکار کر دیا اب میرے لیے جہنم ہے۔(مسلم)

ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: احمد و اسحاق رحمۃ اللہ علیہم نے استدلال کیا ہے کہ تارک نماز کافر ہے اس لیے کہ ابلیس نے آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کیا تو کافر قرار پایا جبکہ اللہ کے لیے سجدہ نہ کرنا تو اس سے بڑا جرم و گناہ ہے(جامع العلوم والحکم:٤٤)

حدیث نمبر ② رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے آدمی اور کفر یا شرک میں فرق نماز کا ہے۔(مسلم)

ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس میں لفظ کفر پر اَلْ لگایا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر قسم کا کفر مراد ہے جبکہ بغیر ﴿اَلْ﴾ کے لفظ کفر یا ﴿کَفَرَ﴾ بطور فعل کے اس لفظ کا استعمال اس طرح

کا معنی نہیں دیتا بلکہ اس کا معنی یہ ہوتا ہے کہ یہ اس معاملے کا کفر ہے اسلام سے خارج کرنے والا کفر نہیں ہے۔(حکم تارك الصلاة للعثیمین رحمہ اللہ:۲۷)

حدیث نمبر ③ نبی ﷺ کا فرمان ہے ہمارے اوران کے درمیان جو عہد ہے وہ نماز کا ہے جس نے اسے ترک کیا اس نے کفر کیا۔(ترمذی)

حدیث نمبر ③ محجن الدیلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک مجلس میں تھے کہ نماز کے لیے اذان ہوئی رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے نماز ادا کی پھر واپس آئے جبکہ یہ محجن وہیں بیٹھے ہوئے تھے رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا تم نے لوگوں کے ساتھ نماز کیوں نہیں پڑھی کیا تم مسلمان نہیں ہو اس نے کہا: کیوں نہیں؟ مگر میں نے اپنے گھر میں نماز پڑھ لی تھی آپ ﷺ نے فرمایا: جب (مسجد میں) آؤ تو لوگوں کے ساتھ نماز پڑھ لیا کرو اگرچہ پہلے پڑھ لی ہو۔(مؤطا امام مالک رحمہ اللہ)

ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں :اس حدیث میں سمجھنے کے لیے بہت کچھ ہے ۔مثلاً نبی ﷺ کا محجن رضی اللہ عنہ سے یہ سوال کہ تم نے نماز کیوں نہیں پڑھی کیا تم مسلمان نہیں ہو؟ اس میں واضح دلیل ہے کہ نماز نہ پڑھنے والا مسلمان نہیں ہے اگرچہ یہاں اہل علم کا اختلاف ہے مگر اس دلیل سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز پڑھنے سے ہی آدمی مسلمان ہوتا ہے جو نماز نہ پڑھے وہ مسلمان نہیں ہے۔(التمهيد لابن عبدالبر رحمہ اللہ: ۲۵۷/۲)

اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم

① عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جس نے نماز ضائع کی اس کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں ہے۔(مؤطا: ۲۳/۱)

② ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عمر بن خطاب، عبدالرحمٰن بن عوف، معاذ بن جبل اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم وغیرہ سے مروی ہے کہ جس نے ایک فرض نماز جان بوجھ کر چھوڑ دی یہاں تک کہ اس کا وقت نکل گیا تو وہ کافر مرتد ہے ان صحابہ کی مخالفت کسی نے نہیں کی۔(المحلیٰ: ۲۴۲/۲)

③ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جس نے نماز ترک کی اس نے کفر کر لیا۔(الصلاۃ لابن قیم رحمہ اللہ: ۳۵)

④ فرماتے ہیں: ہم نے عمر بن خطاب، معاذ بن جبل، ابن مسعود اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے سنا اور احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہم اور تمام سترہ صحابہ و تابعین سے کہ جس نے جان بوجھ کر اور یاد ہونے کے باوجود فرض نماز ترک کی یہاں تک کہ وقت نکل گیا وہ کافر مرتد ہے۔(الفصل: ۲۷۴/۳)

ترغیب و ترہیب میں ہے عبداللہ بن عباس اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم اور ابوالدرداء وغیرہ نے تارک نماز کو کافر کہا ہے۔

⑤ عبداللہ بن شقیق العقیلی رحمہ اللہ کہتے ہیں: ((کان اصحاب رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم لایرون شیئا من الاعمال ترکہ کفر الا الصلاۃ)) (الایمان ابن ابی شیبۃ: ٤٦) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نماز کے علاوہ کسی عمل کا ترک کفر نہیں گردانتے تھے۔

امام شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بظاہر لفظ (کــان اصحــاب......) سے معلوم ہوتا ہے کہ اس پر صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع تھا۔(نیل الاوطار: ۳۷۲/۱)

سلف کا بھی یہی قول ہے جو اس کے علاوہ رائے دیتا ہے وہ سلف کی مخالفت کرتا ہے۔اگر کہا جائے کہ نماز کو ایمان یعنی اعتقاد کے باب میں کیسے قرار دیتے ہو جبکہ یہ فقہی مسئلہ ہے چہ جائیکہ ترک صلاۃ کو کفر اکبر کہا جائے ؟(ان میں سے ائمہ کرام کے پیروکار بھی ہیں،شافعی،ابوحنیفہ،مالک رحمۃ اللہ علیہم)اس کے جواب میں ہم کہیں گے کہ اس مشکل کا حل اس اصول کے تحت نکالا جاسکتا ہے(سوال کا جواب دیا جاسکتا ہے) کہ ایمان قول،اور قولِ قلب وزبان اور عملِ قلب واعضاء کا نام ہے جیسا کہ پہلے بھی بیان ہوا اور اہل سنت کا مذہب بھی یہی ہے اور اہل علم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اب تک یہی ثابت کیا ہے۔البتہ احناف کا مذہب اس سے نکل جاتا ہے کہ ان کے نزدیک ایمان قول واعتقاد کا نام ہے اعمال ایمان کا حصہ یا جزء نہیں ہیں۔طحاوی رحمہ اللہ نے امام ابوحنیفہ اور ابو یوسف،محمد بن حسن کی رائے اصول دین کے بارے میں بیان کی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ:ایمان اقرار باللسان اور تصدیق بالجنان (زبانی اقرار ودلی تصدیق کا نام ہے)۔

شیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں:اس تعریف میں کمی ہے صحیح بات جس پر اہل سنت قائم ہیں یہ ہے کہ ایمان قول،عمل اور اعتقاد کا نام ہے جو اطاعت سے بڑھتا اور معصیت سے گھٹتا ہے اس پر کتاب وسنت کے بے شمار دلائل ہیں۔(تعلیق ابن باز علی العقیدہ الطحاویۃ)

شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے واضح کیا احناف کا مذہب فقہاء مرجئہ کا مذہب ہے جو کہتے تھے کہ ایمان قول وتصدیق کا نام ہے اسی طرح کی بات فقہاء کوفہ نے کی ہے جیسے حماد بن ابی سلیمان اور اس کے

متبعین ابوحنیفہ وغیرہ۔(الایمان)

اس طرح امام ابوحنیفہ کا مذہب اس اختلاف سے نکل جاتا ہے اس لیے کہ ان کے نزدیک ایمان قول واعتقاد کا نام ہے اسی لیے ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ تارک نماز کو کافر نہیں کہا جائے گا اور نہ ہی قتل کیا جائے گا۔ جہاں تک تعلق ہے شافعی ، مالک اور احمد رحمۃ اللہ علیہم کے درمیان اختلاف کا تو اس کی تفصیل یہ ہے کہ مسلمانوں کا اجماع ہے کہ جس نے نماز کا انکار کیا وہ ملت اسلام سے خارج ہے الاّ یہ کہ وہ نیا نیا مسلمان ہوا ہو اور مسلمانوں کے ساتھ نہ رہا ہو کہ وہ اسے وجوب نماز سے آگاہ کرتے ۔ پھر اس میں اختلاف ہے کہ جو شخص نماز کے وجوب کا عقیدہ رکھتا ہے مگر پڑھتا نہیں تو اس کے بارے میں مالک ،شافعی ، احمد رحمۃ اللہ علیہم کہتے ہیں کہ اس کے قتل پر اجماع ہے ۔البتہ اس میں اختلاف ہے کہ یہ قتل حد کے طور پر ہے یا کفر کی وجہ سے ۔ مالک رحمہ اللہ کہتے ہیں: یہ قتل حد کے طور پر ہے ۔ابن حبیب رحمہ اللہ وغیرہ کہتے ہیں: یہ کفر کی وجہ سے ہے ۔شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں: حد کے طور پر قتل کیا جائے گا اور اس کی موت مسلمانوں کی موت کی طرح شمار ہو گی ۔احمد رحمہ اللہ کہتے ہیں: جس نے سستی کی وجہ سے اور نماز کو اہمیت نہ دیتے ہوئے ترک کی جبکہ وہ وجوب کا منکر نہیں تھا تو اسے قتل کیا جائے گا۔

ثابت یہ ہوا کہ تارکِ نماز کے قتل پر ائمہ متفق ہیں البتہ قتل کی وجہ میں اختلاف ہے کہ حد کے طور پر ہے یا مرتد ہونے کی وجہ سے ۔ان لوگوں نے یہ حکم اس لیے لگایا ہے کہ ان کے نزدیک ایمان قول وعمل کا نام ہے جبکہ دور حاضر کے بدعتی تارکِ نماز کو صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرح ایمان والا سمجھتے ہیں اور اس کے لیے عمومی دلائل سے استدلال کرتے ہیں اور ان عمومی دلائل کو تارک نماز کے کفر سے متعلق خصوصی دلائل پر فوقیت دیتے ہیں ۔ان میں سے ایک یہ حدیث دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے خلوص قلب سے ’’ لا الٰہ الا اللّٰہ‘‘ کہہ دیا وہ لوگوں میں سے میری سفارش کی

سعادت حاصل کرنے والا ہوگا۔اس طرح کے استدلال کا شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے جواب دیا ہے فرماتے ہیں: جس نے یہ عقیدہ رکھا کہ کلمے کا صرف زبانی تلفظ جنت میں داخل ہونے اور جہنم سے نجات کے لیے کافی ہے تو یہ اعتقاد رکھنے والا کتاب وسنت اور اجماع مسلمین کا مخالف ہے ۔اس مسئلے کا مسئلہ اعتقاد میں لانے کا پہلا سبب دور حاضر کے مرجئہ بدعتیہ کی مخالفت جو مطلقاً تارک عمل کی تکفیر نہیں کرتے چہ جائیکہ تارکِ نماز کی کریں ۔دوسرا سبب یہ ہے کہ ہمارے پاس سلف کی سیرت موجود ہے کہ انہوں نے جرابوں پر مسح کرنے کو کتب اعتقاد میں ذکر کیا ہے باوجودیکہ یہ فقہی مسئلہ ہے۔ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا قول ہی کافی ہے جو تارکِ نماز کی تکفیر نہیں کرتا اس کو مرجئہ کی طرح غلط فہمی ہوگئی ہے ۔جولوگ ترکِ نماز کی بناپر کافر نہیں کہتے ان کے پاس جو بھی دلائل ہیں وہ انکار کرنے والے کے لیے بھی ہیں جیسا کہ تارک کے لیے ہیں ۔ان کا جو منکر کے بارے میں جواب ہے وہی ان کے لیے نماز ترک کرنے والے کے بارے میں ہے۔ باوجودیکہ نصوص اس سے متعلق ہیں جو منہ پھیرنے والا ہو جیسا کہ مذکور ہوا۔ یہ ہے ان عمومات سے استدلال کی مثال جن سے مرجئہ دلیل لیتے ہیں جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کہ جس نے ’’لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ‘‘ کی گواہی دی اور اس بات کی تصدیق کی کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور کلمہ ہیں جو مریم کی طرف القاء ہوا اور اللہ کی طرف سے روح ہیں تو اللہ اس شخص کو جنت میں داخل کرے گا۔اس طرح کے نصوص سے استدلال کرتے ہیں۔(المجموع:٦١١/٧) جبکہ متعدد ائمہ نے تارکِ نماز کے کفر پر اجماع نقل کیا ہے۔

(17) ابوالفضل: ہمارا ایمان ہے کہ جس نے عبادت کی اقسام،اطاعت،محبت،خوف،امید، مدد،فریاد،وغیرہ میں سے کسی ایک کو اللہ کے علاوہ کسی اور کے لیے کرلیا وہ کفر اکبر خارج عن الملۃ کا مرتکب ہوگیا۔

ابو اسلام: عبادت ہر اس قول وعمل کو کہتے ہیں جسے اللہ نے مشروع قرار دیا ہو جسے پسند کرتا ہو اور اسے لوگوں کے لیے چن لیا ہو جبکہ اللہ کے ساتھ شرک کا معنی ہے کہ ان عبادات میں سے کسی عبادت کو اللہ کے علاوہ کسی اور کے لیے کرنا۔

اطاعت: جس نے غیر اللہ کی اطاعت کی وجہ سے اللہ کے حرام کردہ کو حلال اور اللہ کے حلال کردہ کو حرام ٹھہرا دیا تو اس نے اس غیر اللہ کو اللہ کے ساتھ رب بنالیا اس کی دلیل اللہ کا یہ فرمان ہے:

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ(توبۃ: ۳۱)

انہوں نے اپنے علماء اور درویشوں کو اللہ کے علاوہ رب بنالیا ہے۔

یہاں رب بنانا اطاعت کے معنی میں ہے جیسا کہ نبی ﷺ نے عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کے سامنے وضاحت کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ کیا ایسا نہیں ہے کہ ان علماء وراہبوں کے حلال کردہ کو تم حلال اور ان کے حرام قرار دیئے ہوئے کو تم حرام سمجھتے تھے اس نے کہا کیوں نہیں۔تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہی ان کی عبادت تھی۔

محبت: مطلب یہ ہے کہ جس نے بھی غیر اللہ کی محبت کو اللہ کی محبت پر مقدم کرلیا اس نے اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرالیا جبکہ موحد کبھی ایسا نہیں کرتا وہ اللہ ورسول اللہ ﷺ کی محبت پر لوگوں کی محبت کو مقدم نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ.(بقرہ:۱٦۵)

کچھ لوگ ایسے ہیں جو اللہ کے علاوہ شریک ٹھہراتے ہیں ان سے ایسی محبت کرتے ہیں جیسی اللہ سے کی جاتی ہے جبکہ ایمان والے اللہ سے شدید محبت رکھتے ہیں۔

خوف: جو شخص طبعی خوف کے علاوہ غیر اللہ سے خوف رکھتا ہے جیسے قبر۔ جادوگر وغیرہ سے دفع ضرر اور حصول نفع کے لیے تو اس طرح کے خوف سے اللہ نے منع کیا ہے:

فَلاَ تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ(آل عمران:۱۷۵)

ان سے مت ڈرو مجھ سے ڈر جاؤ اگر تم مومن ہو۔

ایمان کے لیے شرط قرار دیا کہ غیر اللہ کا خوف نہ رکھو۔

دعا، فریاد، مدد طلب کرنا: یہ سب بھی عبادات ہیں کسی مسلم کے لیے لائق نہیں کہ وہ غیر اللہ سے مافوق الاسباب مدد مانگے جس کی اسے طاقت وقدرت نہ ہو۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

فَلاَ تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا(جن:۱۸)

اللہ کے ساتھ کسی کو مت پکارو۔

فریاد کے بارے میں ارشاد ہے:

اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ(انفال:۹)

جب تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے تو اس نے تمہاری فریاد قبول کر لی (اور فرمایا) میں ایک ہزار فرشتوں کے ذریعے تمہاری مدد کروں گا جو ایک دوسرے کے پیچھے آئیں گے۔

مصنف کا قول ہے کہ یہ شخص کفر اکبر کا مرتکب ہو کر ملت سے خارج ہے۔ تو یہ حکم ہر اس شخص کے

لیے ہے جو ان عبادات میں سے کوئی عبادت غیر اللہ کے لیے بجالائے گا جبکہ وہ دارالاسلام میں پیدا ہوا ہو جہل کا عذر اس کے پاس نہ ہو اس لیے کہ یہ مسائل معلوم ہیں لہٰذا اس شخص کا فر کہا جائے گا۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جس نے کسی زندہ آدمی یا کسی صالح آدمی کے بارے میں غلو کر کے اس میں الوہیت کی کوئی صفت ٹھہرادی مثلاً کسی کو کہے کہ جناب میرے گناہ معاف کر دیں مجھ پر رحم کریں میری مدد کریں۔ مجھے رزق دیں یا میری فریاد سن لیں یا مجھے پناہ دیں یا میں نے آپ پر توکل کیا یا کہے کہ میرے لیے آپ ہی کافی ہیں یا میری تیری پناہ میں ہوں یا اس طرح کی کوئی اور بات ایسی کرے جو ربوبیت کی خصوصیات میں سے ہے اور صرف اللہ کے لیے ہی لائق ہے تو اس طرح کی باتیں شرک ہیں گمراہی ہیں اس کے مرتکب سے توبہ کروائی جائے گی اگر توبہ کی تو صحیح ورنہ قتل کیا جائے گا۔ اللہ نے رسولوں کو بھیجا کتابیں نازل کیں تا کہ ہم صرف اس اکیلے کی عبادت کریں اس کے ساتھ شرک نہ کریں اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود نہ بنائیں۔ (مجموع الفتاویٰ: ۳/۳۹۵)

(18) ابوالفضل: ہمارا ایمان ہے کہ جس نے مسلمانوں کے خلاف مشرکوں کی کسی بھی قسم کی مدد کی وہ کفر اکبر کا مرتکب کافر ہے۔

ابواسلام: مشرکین کا ساتھ دینا اور مسلمانوں کا مسلمانوں کے خلاف (مشرکین) کی مدد کرنا بہت بڑا فتنہ ہے اللہ، رسول اور مومنین کے ساتھ دشمنی ہے۔ عبداللہ بن عبداللطیف رحمہ اللہ سے کافروں کا ساتھ دینے اور دوستی و پشت پناہی کے بارے میں سوال ہوا تو انہوں نے کہا کہ پشت پناہی کفر ہے ملت سے خارج کر دینے والا کفر ہے یہ ان کا دفاع ہے اور مالی، بدنی اور زبانی مدد

ہے۔(الدرر السنية:۷/۲۰۱)

شیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ نے اس پر اجماع نقل کیا ہے فرماتے ہیں: علمائے اسلام نے اس بات پر اجماع نقل کیا ہے کہ جس نے مسلمانوں کے خلاف کفار کا ساتھ دیا ان کی کسی بھی قسم کی مدد کی وہ انہی کی طرح کافر ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَھُوْدَ وَ النَّصٰرٰٓی اَوْلِیَآءَ بَعْضُھُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ وَ مَنْ یَّتَوَلَّھُمْ مِّنْکُمْ فَاِنَّہٗ مِنْھُمْ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ(مائدہ:۵۱)

ایمان والو، یہود ونصاریٰ کو دوست مت بناؤ یہ لوگ ایک دوسرے کے دوست ومددگار ہیں تم میں سے جس نے ان سے دوستی کی وہ انہی میں سے ہوگا بے شک اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔(فتاویٰ شیخ بن باز رحمہ اللہ:۱/۷۴)

مسلمانوں کے خلاف کفار کی دوستی کے کفر اکبر ہونے ملت سے خارج کرنے سے متعلق مندرجہ ذیل ہیں:

① اللہ کا فرمان ہے:

وَ مَنْ یَّتَوَلَّھُمْ مِّنْکُمْ فَاِنَّہٗ مِنْھُمْ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ(مائدہ:۵۱)

تم میں سے جس نے بھی ان سے دوستی کی وہ انہی میں سے ہے اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔

طبری رحمہ اللہ اس کی تفسیر میں کہتے ہیں: جس نے ان سے دوستی کی اور مسلمانوں کے خلاف ان کی مدد کی تو وہ ان کے دین وملت کا قرار پائے گا اس لیے کہ جو جس کی مدد ودوستی کرتا ہے وہ اسی کے

دین پر ہوتا ہے اور اس کی پسند پر چلتا ہے۔ جب اس کو اور اس کے دین کو پسند کرتا ہے تو اس کے مخالف سے دشمنی کرتا ہے اس سے نفرت کرتا ہے لہٰذا دونوں کا حکم بھی ایک ہے ۔(طبری:٦۞١٦٠)

قاسمی اس آیت کی تفسیر میں کہتے ہیں: ایسا آدمی انہی میں سے ہوگا کا معنی یہ ہے کہ یہ انہی کے حکم میں ہوگا اگرچہ یہ اپنے خیال میں یہی سمجھتا رہے کہ میں ان کے مخالف دین میں سے ہوں اس کی حالت یہ بتا رہی ہے کہ یہ ان کی موافقت کر رہا ہے۔(تفسیر قاسمی:٦/٢٤٠)

② اکثر لوگ جو کافروں سے دوستی کرتے ہیں یہ بہت برا کرتے ہیں ان پر اللہ کا غصہ اور ہمیشہ رہنے والا عذاب ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَ لَوْ کَانُوْا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ النَّبِیِّ وَ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِیَآءَ وَلٰکِنَّ کَثِیْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ(مائدہ:٨١)

اگر یہ لوگ اللہ پر نبی پر اور اس پر نازل ہونے والے دین پر ایمان رکھتے تو یہ کبھی ان (کفار) سے دوستی نہ کرتے مگر ان میں سے اکثر فاسق ہیں۔

ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہاں جملہ شرطیہ ذکر ہوا ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ اگر شرط پائی جائے گی تو مشروط بھی پائی جائے گی حرف شرط ﴿لَوْ﴾ آیا ہے جس کا تقاضا ہے کہ شرط کے نہ ہونے سے مشروط کی بھی نفی ہو جاتی ہے۔ فرمان اس طرح ہے:

وَ لَوْ کَانُوْا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ النَّبِیِّ وَ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِیَآءَ

جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر ان میں ایمان ہوتا تو یہ دوستی نہ کرتے۔ ایمان کفار کی دوستی کی ضد ہے ایک دل میں ایمان اور کفار کی دوستی اکٹھے نہیں رہ سکتے۔ اس سے ثابت ہوا کہ جس نے ان کفار

سے دوستی کی اس نے اللہ، رسول اور دین پر ایمان واجب نہیں رکھا۔

ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اللہ کا کتنا بہترین فیصلہ ہے کہ جس نے یہود ونصاریٰ سے دوستی کی وہ انہی میں سے ہے۔ ﴿ وَ مَنۡ يَّتَوَلَّهُمۡ مِّنۡكُمۡ فَاِنَّهٗ مِنۡهُمۡ ﴾ جب قرآن ان کے دوستوں کو انہی میں سے قرار دے رہا ہے تو پھران کا حکم بھی وہی ہے جو ان کا ہے۔ (مجموع الفتاویٰ لابن تیمیة رحمہ اللہ :۱۷/۷)

شیخ سلیمان بن محمد عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہم نے بیس دلائل اس بات کے ذکر کیے ہیں کہ جس نے مسلمانوں کے خلاف کفار کی مدد کی وہ مرتد ہے۔ (رسالہ موالاۃ اهل الاشراك)

مسلح بغاوت ہر مسلمان پر فرض عین ہے۔ یہ تب ہے جب حاکم اور اس کے گروہ نے ایک ایسا گروہ بنا رکھا ہو جو ان کی حفاظت کے لیے جنگ کرتا ہو (مخالفین سے) تو ان کے خلاف طاقت کا استعمال اور قتال واجب ہو جاتا ہے۔ اس کی دلیل عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث ہے کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی اس بات پر کہ (امیر وحاکم کی بات) سنیں گے اور مانیں گے چاہے ہم خوش ہو یا ناخوش آسانی ہو یا مشکل ہم پر کسی کو ترجیح دی جا رہی ہو اور یہ کہ ہم اختلاف وتنازعہ نہ کریں مگر اس وقت تک کہ جب (امیر کو) صریح کفر کرتا ہوا دیکھیں جس کے کفر ہونے پر اللہ کی طرف سے ہمارے پاس دلیل ہو۔ اگر مسلمان اس کام سے عاجز آجائیں تو تیاری کرنا طاقت جمع کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ ان کے خلاف بغاوت وخروج کرنے پر اجماع ہے جیسا کہ ابن حجر رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے یہ ہر مسلم پر فرض عین ہے اور عبادہ رضی اللہ عنہ کی مذکور حدیث سے یہی ثابت ہوتا ہے۔

(19) ابوالفضل: ہمارا ایمان ہے کہ بغیر ما انزل اللہ کے مطابق فیصلہ کرنے والا حکمران اور

شریعت کو بدلنے والے اس کے ساتھی کافر مرتد ہیں ان کے خلاف مسلح جدو جہد اور بغاوت اور طاقت کا استعمال ہر مسلمان پر فرض عین ہے۔

ابو اسلام: واضح کفر میں سے یہ بھی ہے کہ خود ساختہ قوانین کو اللہ کے نازل کردہ قوانین کا مقام دے دیا جائے حالانکہ شریعت کے یہ قوانین بذریعہ جبریل علیہ السلام اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر اس لیے نازل کیے تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پورے جہاں کے لیے خبردار کرنے والے بن جائیں (یہ بھی کفر میں سے ہے کہ) وہ اس دین کو اپنے فاسد عقول کے خود ساختہ قوانین یا آراء، کے ذریعے سے بدل ڈالیں۔ اللہ نے شریعت بدلنے والے کو کافر قرار دیا ہے:

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ (مائدہ: ٤٤)

جس نے اللہ کے نازل کردہ (دین) کے مطابق فیصلہ نہیں کیا تو وہ لوگ کافر ہیں۔

جو حاکم اللہ کی شریعت کو بدلے لوگوں کے بنائے ہوئے قوانین لاگو کرتا ہے۔ جو قوانین کافر حکومتوں اور شریعت بدلنے والوں نے بنائے ہیں جنہیں یہ لوگ قانون ساز یا اسمبلی کہتے ہیں کچھ بھی کہیں یہ کفر اکبر ہے ملت سے خارج کرنے والا۔ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جس چیز کی حرمت پر اجماع ہوا سے کوئی حرام قرار دے یا شریعت کے جس مسئلے پر اجماع ہو اس کو بدل ڈالے وہ باتفاق فقہاء کافر مرتد ہے۔ (مجموع الفتاوی: ٣/١٦٧-١٦٨)

ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی محکم شریعت کو چھوڑا اور اپنا فیصلہ منسوخ شدہ شریعتوں کی طرف لے گیا تو اس نے کفر کر لیا تو اس کا کیا حکم ہوگا جو یاسق (تاتاریوں کی مذہبی کتاب) سے فیصلہ کروائے اور اس کو مقدم سمجھے؟ جس نے بھی ایسا کیا اس کے کفر پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔ (البدایۃ والنہایۃ: ١٣/١٢٨)

اللہ کی شریعت کو بدلنے والے گروہ کا کفر وہی ہے جو قانون ساز اسمبلی یا ملکی پارلیمنٹ کا کفر ہے یہ ایسا واضح کفر ہے کہ اس کی تفصیل کی ضرورت نہیں ہے ان لوگوں نے خود کو اللہ کا شریک ٹھہرالیا ہے ۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ (شوریٰ: ۲۱)

کیا انہوں نے ایسے شریک بنا رکھے ہیں جو ان کے لیے شریعت بناتے ہیں جس کی اجازت اللہ نے نہیں دی۔

یہ حکمران کی پارٹی ہے کسی کافر کے لیے ممکن نہیں ہوتا کہ وہ ملک میں فساد یا ظلم کرے جب تک اس کے ساتھ مددگار و معانین نہ ہوں جو اس ظلم و فساد پر اس کی مدد کرتے ہوں ۔اور حکمران پارٹی اس کے لیے بہت بڑی مددگار و معاون ہوتی ہے جو حکمران بغیر ما انزل اللہ فیصلے کرتا ہے ۔یہی پارٹی کے لوگ ہوتے ہیں جو اللہ کے قانون سے ہٹ کر خود قوانین وضع کرتے ہیں لہٰذا یہ بھی حکمران کی طرح ہی کافر ہیں۔

(20) ابوالفضل: ہمارا ایمان ہے کہ لادینیت کی جو بھی قسم ہے جو نام ہے وہ صریح کفر ہے ملت سے خارج کر دینے والا ہے جس نے بھی اس پر ایمان رکھا یا اس کی طرف دعوت دی یا اس کی مدد کی یا اس کے مطابق حکم و فیصلہ کیا وہ کافر مشرک ہے اگر چہ خود کو مسلمان کہے اور اسلام کا دعویٰ کرے۔

ابو اسلام: لادینیت یا کمیونزم، سیکولرازم وغیرہ جو کہ دین کو زندگی سے مکمل طور پر الگ رکھتے ہیں جو لوگ کہتے ہیں کہ یہ صرف دین کو حکومتی امور سے علیحدہ رکھتے ہیں ان کا خیال غلط ہے۔

اس کے کفر ہونے کے مندرجہ ذیل دلائل ہیں:

① یہ اللہ کے نازل کردہ دین کے مطابق فیصلہ کرنے وحکومت کرنے کو چھوڑ دیتا ہے۔اللہ کے دین کو زندگی کے تمام شعبوں سے الگ کر دیتا ہے۔اوراس کے متبادل کے طور پر لوگوں کے بنائے ہوئے قوانین کو رائج کرتا ہے اللہ کے دین پر عمل کرنے کو رجعت پسندی اور ترقی وتہذیب سے پیچھے رہنا شمار کرتا ہے۔

② مسلمانوں اور کافروں کے درمیان فرق مٹا دیتا ہے سب کو ایک ہی درجہ پر رکھتا ہے۔اگرچہ حقیقت میں کفار کو مسلمانوں پر فوقیت دیتے ہیں اپنی اس دعوت کو دین کے نام پر اور وطنیت کے نام پر ترویج دیتا ہے۔اس کے بدترین نتائج مندرجہ ذیل ہیں:

(ا) یہ قومیت اور وطنیت کی طرف دعوت دیتا ہے اور لوگوں کو ملک اور زبان یا مفادات پر اکھٹا کرنے کی دعوت دیتا ہے ان کے نزدیک دین لوگوں کو فرقوں میں باٹنے کا سب سے بڑا عامل وذریعہ ہے۔

(ب) جہاد فی سبیل اللہ کے فریضہ سے انکار اور اسے دہشت گردی قرار دیتا ہے۔اس لیے کہ کمیونسٹ صرف ملک اور مال کے تحفظ کے لیے جنگ کو جائز سمجھتے ہیں۔

(21) ابوالفضل: ہمارا یہ بھی ایمان ہے کہ جمہوریت اس دور کا فتنہ ہے جس نے زبردستی لوگوں پر حکومت وحاکمیت حاصل کر لی ہے اور لوگوں کو اللہ کے (نازل کردہ احکام کے علاوہ دیگر) قوانین دے رہی ہے۔لہٰذا یہ کفر اکبر ہے جو ملت سے خارج کر دینے والا ہے جس نے اس کا مذکورہ مفہوم کے ساتھ ایمان رکھا یا اس کی مدد کی یا اس کی طرف دعوت دی یا اس کے مطابق فیصلہ یا حکومت کی وہ مرتد ہے اگرچہ وہ کتنا ہی مسلمان ہونے کا دعویٰ کرے اور خود کو اسلام کی طرف منسوب کرتا رہے۔

ابواسلام: جمہوریت (ڈیموکریسی) یونانی لفظ ہے جو دولفظوں ڈیمو اور کریسی کا مرکب ہے جس کا معنی ہے قوم کی حکومت یعنی قوم ہی حکم کرنے کا اختیار رکھتی ہے۔ جمہوریت پسند ان قوانین کو استعمال میں لاتے ہیں جو ان کے عقول فاسدہ نے بنائے ہوئے ہوتے ہیں اگر یہ کسی بات میں باہم تنازعہ واختلاف کر بیٹھتے ہیں اگرچہ مسلمان ہونے کے دعویدار ہوں مگر فیصلہ یہ انہی قوانین کے مطابق کرتے ہیں جو انہوں نے بنائے ہوتے ہیں یا اس جمہوریت کے مطابق کرتے ہیں جس پر ان کا ایمان ہے۔ مصنف کا یہ کہنا کہ جمہوریت نے لوگوں کے خدا کی شکل اختیار کر لی ہے۔ تو اس کا مطلب ہے حکم کے لحاظ سے۔ اس لیے کہ حکم کرنا معبود کا اختیار ہے۔ جب جمہوریت کا معنی ہے لوگوں کا حکم (یا حکومت) تو اللہ کی خصوصیت حکومت کے سربراہ میں مان لی گئی اور یہی کفر اکبر ہے جو ملت سے خارج کر دینے والا ہے جس نے اس کے مطلب یعنی بغیر ماانزل اللہ کے مطابق حکم کے باجود اس کا اعتقاد رکھا اور اسے جائز سمجھا وہ مرتد ہے۔ جو اس کی طرف دعوت دیتا ہے تو وہ غیر اللہ کی الوہیت کی دعوت دے رہا ہے لہٰذا مرتد ہے۔ اس کی مدد کرنے والا اس کے مطابق حکومت کرنے والا مرتد ہے چاہے خود کو مسلمان ہی کیوں نہ سمجھتا ہو۔

(22) ابوالفضل: ہمارا ایمان ہے کہ لوگوں کا جو گروہ غیر اسلامی بنیاد پر اکھٹا ہو وہ مرتد و کافر گروہ ہے جیسے کمیونزم، سوشلزم (قوم کے یا وطن کے نام پر) اشتراکیت وغیرہ (پر اکھٹا ہونا)۔

ابواسلام: یہ گروہ کافر و مرتد ہے اس لیے کہ انہوں نے ایک عقیدہ و نظریہ اپنا رکھا ہے اس کی بنیاد پر دوستی و دشمنی کرتے ہیں اسی کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ قوم پرستوں کے نزدیک قوم پرستی ہی دین ہے اس قوم پرستی کی وجہ سے یہ لوگ اسلام سے دشمنی کرتے ہیں مسلمانوں کو قتل کرتے ہیں ان کے نزدیک قومیت کی بنیاد پر قائم بھائی چارہ اسلامی اخوت پر مقدم ہے۔ یہ بھی کوئی بعید نہیں

کہ عیسائیوں، یہودیوں، مسلمانوں اور لادینوں کو وطنیت کے نام پر اکھٹا کیا جائے اور انہیں برابر قرار دیا جائے۔اشتراکیت یا دہریت اپنانے والے وہ ہیں جن کے بارے میں اللہ نے فرمایا ہے کہ ان کا عقیدہ ہے:

وَ مَا يُهۡلِكُنَاۤ اِلَّا الدَّهۡرُ (جاثیہ:۲۴)

ہمیں صرف زمانہ مارتا ہے۔

یہ لوگ اللہ کے وجود کے منکر ہیں۔ یہ لوگ محرمات یعنی ماؤں بہنوں کو بھی اپنے لیے حرام نہیں سمجھتے ۔اشتراکیت اور انقلابیت ایک دوسرے سے علیحدہ کچھ نہیں دونوں کا مقصد ایک ہے یعنی عالمی سطح پر آزاد خیالی کو فروغ دینا انقلابی کہلانے والے بھی مسلمانوں کے شدید مخالف ہیں۔کمیونسٹ اور سوشلسٹ دونوں اسلام اور مسلمانوں سے دشمنی رکھنے والے ہیں اسی لیے مصنف نے کہا ہے کہ جو بھی گروہ اسلام کے علاوہ کسی اور بنیاد پر اکھٹا ہوگا تو وہ گروہ کافر ہے مرتد ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَ مَنۡ یَّبۡتَغِ غَیۡرَ الۡاِسۡلَامِ دِیۡنًا فَلَنۡ یُّقۡبَلَ مِنۡہُ ۚ وَ ہُوَ فِی الۡاٰخِرَۃِ مِنَ الۡخٰسِرِیۡنَ (انعام:۸۵)

جس نے اسلام کے علاوہ کوئی اور دین اپنالیا وہ ہرگز قبول نہ ہوگا اور وہ (اپنانے والا) آخرت میں نقصان اٹھانے والا ہوگا۔

(23) ابوالفضل: ہمارا ایمان ہے کہ شیعہ روافض کفریہ فرقہ ہے مرتد ہے اور روئے زمین پر بدترین مخلوق ہے۔

ابواسلام: روافض وہ فرقہ ہے جو علی رضی اللہ عنہ اور اہل بیت کے بارے میں بہت غلو سے کام لیتا ہے

۔یہ بدعتی فرقوں میں سب سے گمراہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے شدید نفرت کرنے والا فرقہ ہے۔اگر کوئی ان کی گمراہی معلوم کرنا چاہے تو ان کی کتابیں اور ان کے اعمال وافعال دیکھ لے۔اس فرقہ کو ایک منافق زندیق نے ایجاد کیا جس کا مقصد دین اسلام کو باطل کرنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معیوب ثابت کرنا تھا جیسا کہ علماء نے لکھا ہے۔عبداللہ بن سبا نے سب سے پہلے اس نظریہ کی بنیاد رکھی ۔اسی کی طرف سبائیہ کی نسبت کی جاتی ہے اس فرقہ کو روافض کہتے ہیں رفض کا معنی ہے چھوڑنا انہوں نے زید بن علی بن حسین بن علی رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دیا تھا اس لیے ان کو روافض کہا جاتا ہے۔ان کا کفر اور زندیقیت دراصل علی رضی اللہ عنہ اور آل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں غلو کی وجہ سے ہے کہ انہوں نے علی رضی اللہ عنہ کو صفات الوہیت سے متصف کیا ہے انہیں نفع نقصان اور رزق کا مالک اور عالم غیب مانتے ہیں۔اسی طرح یہ لوگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو گالیاں دیتے ہیں انہیں (نعوذ باللہ) کافر کہتے ہیں یہ بھی ان کے کفر کی ایک وجہ ہے اس لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس طرح سمجھنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معیوب قرار دینا ہے۔جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی ۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء ہیں بدترین لوگ ہوں تو یہ براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر الزام ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معیوب ثابت کرنا ہے ۔اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی صحابہ رضی اللہ عنہم کی فضیلت بیان کی ہے تو گویا (نعوذ باللہ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جھوٹ بولا ہے؟ اسی طرح یہ اللہ کی شریعت کو بھی معیوب ٹھہراتی ہے اس لیے کہ ہمارے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان شریعت منتقل کرنے کا ذریعہ اور واسطہ یہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں جب ان کی عدالت اور ثقاہت قابل بھروسہ نہ رہی تو ان کی پہنچائی ہوئی شریعت کیسے قابل اعتماد ہو سکتی ہے؟ اسی وجہ سے یہ روافض روئے زمین پر بدترین مخلوق ہیں ان کے عقائد ونظریات بھی بدترین ہیں ہم ان سے اور اس طریقہ ونظریہ سے براءت کا اظہار کرتے ہیں کہ یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو گالیاں دیتے ہیں ان سے نفرت کرتے ہیں۔ہمارا ایمان ہے

رسول اللہ ﷺ اور نبی ﷺ کی ازواج مطہرات سے محبت فرض عین ہے۔

(24) ابوالفضل: ہمارا یہ بھی ایمان ہے کہ ایسا جہل ''توحید کے علاوہ'' جو عاجز کردینے والا ہواوراس کو ختم کرنا ممکن نہ ہو وہ شرعاً معتبر عذر ہے جس کی بنا پر معین کے لیے وعید نہیں ہے۔

ابواسلام: اہل سنت والجماعت جو کہ طائفہ منصورہ ہے جہل کو عذر تسلیم کرتے ہیں اوراسے وعید سے مانع سمجھتے ہیں۔مصنف نے مانع عن لحوق الوعید کہا ہے، مانع التکفیر نہیں کہا ہے اس لیے مانع الوعید عام ہے وہ گناہ بھی اس میں شامل ہیں جو کافر بنادیتے ہیں اور وہ بھی جو گناہ ہیں مگر کافر نہیں بناتے اور الوعید المطلق کا لفظ اسی لیے ذکر کیا ہے کہ مطلق شیئ اور شیئ مطلق میں فرق ہے۔شیئ مطلق مکمل شیئ کو کہتے ہیں اور مطلق شیئ اصل و بنیاد کو کہتے ہیں یہ تو معلوم ہی ہے جہل عدم علم کو کہتے ہیں اور وہ معجز جس کا دفع کرنا ممکن نہیں ہوتا وہ کہتے ہیں عذرِ شرعی کو اگر جہل معجز نہیں ہے اور علم حاصل کرنے کی استطاعت وقدرت ہے تو یہ شرعاً مانع معتبر ع نہیں ہے اگرچہ لوگ اسے عذر تسلیم کرے ہوں۔اہل علم نے عذر جہل کی دو قسمیں لکھی ہیں۔

① وہ عاجز جو اپنے سے جہل کو دور نہیں کرسکتا۔اس قسم کے جہل کی دوصورتیں ہیں یا تو یہ کہ یہ جہل اس وجہ سے پیدا ہو کہ انسان دارالاسلام میں نہیں رہا بلکہ دارالکفر میں پیدا ہوا اور جوان ہوا۔یا نیا نیا مسلمان ہوا ہو یا ایسے ملک میں رہتا ہو جو ہو تو اسلامی مگر وہاں صرف تصوف اور انحراف کے علماء ہوں۔

② اپنے سے جہل دور کرسکتا ہو علم حاصل کرسکتا ہو اس قسم کا جہل لحوق وعید سے مانع نہیں ہے۔اس بارے میں بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں جن میں سے ایک عارض الجہل ہے جو ابوالعلاء رشد کی تصنیف ہے اور یہی بہترین کتاب ہے۔

نوٹ: اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ اس بارے میں شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جب آپ جانتے ہیں کہ کوئی انسان زبان سے کوئی کلمۂ کفر ادا کرتا ہے تو وہ کافر ہوجاتا ہے حالانکہ وہ یہ کلمہ لاعلمی میں ادا کرتا ہے مگر اس کی لاعلمی و بے خبری کوئی عذر نہیں بن سکتی جبکہ وہ ایسے کلمے اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لئے ادا کرتا ہے جیسا کہ اللہ نے موسیٰ علیہ السلام کی قوم کا واقعہ ذکر کیا ہے جب انہوں نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا

اِجۡعَلۡ لَّنَاۤ اِلٰهًا كَمَا لَهُمۡ اٰلِهَةٌ (اعراف:۱۳۸)

ہمارے لئے معبود بنادیں جس طرح ان لوگوں کے معبود ہیں''۔

لہٰذا انسان کو چاہیے کہ اللہ کا خوف کرے اور ایسے اقوال و اعمال سے اجتناب کرے۔

(الدررالسنیة:۱/۹۲)

دوسری جگہ پر: شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میرے بھائیو! آپ لوگ شیخ رحمہ اللہ کا یہ قول (اپنی رائے کے دلیل کے طور پر) پیش کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا تھا کہ جس نے فلاں فلاں بات کا انکار کیا اور اس پر حجت قائم ہوچکی ہو، تو کیا آپ لوگوں کو ان طواغیت اور ان کے متبعین کے بارے میں شک ہے کہ ان پر حجت قائم ہوچکی ہے یا نہیں؟ یہ تو تعجب کی بات ہے (اگر آپ ایسا سمجھتے ہیں تو) آپ یہ شک کیوں کرتے ہیں۔ جبکہ میں بارہا اس کی وضاحت آپ کے سامنے کرچکا ہوں کہ جس پر حجت قائم نہیں ہوئی اس سے مراد وہ شخص ہے جو نیا نیا مسلمان ہوا ہو یا بہت دور دراز دیہات یا جنگل میں پیدا ہوا ہو اور وہیں پرورش پائی ہو جس تک اسلامی تعلیمات نہ پہنچ سکی ہوں یہ مسئلہ خفی میں ہوتا ہے تو ایسے شخص کو کافر نہیں کہا جائے گا جب تک اسے پورا مسئلہ نہ سمجھا دیا جائے۔ جہاں تک دین کے اصولوں کی بات ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے وضاحت کے ساتھ بیان کردیا ہے اپنی کتاب میں تو اس پر اللہ کی حجت قرآن ہے۔ ((فمن بلغه

القرآن فقد بلغته الحُجة)) ’’جس کوقرآن پہنچ گیا تو اس تک حجت پہنچ گئی‘‘ اصل الجھن آپ لوگوں کو یہ ہے کہ آپ لوگ قیام حجۃ اور فہم حجۃ میں فرق نہیں کر پاتے۔ فہم حجۃ علیحدہ چیز ہے۔ اور قیام حجۃ الگ چیز ہے۔ اس میں اکثر لوگوں کو غلطی لگ جاتی ہے اس لیے کہ سیدنا ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہم کے فہم اور میرے آپ کے فہم میں فرق ہے بلکہ واضح وظاہر فرق ہے جبکہ فہم حجۃ کی شرط نہیں لگائی جاتی ہے۔ مسلمانوں میں سے اکثر کفار ومنافقین اللہ کی حجت کو نہیں سمجھتے جبکہ وہ ان پر قائم ہو چکی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ اَوْ يَعْقِلُوْنَ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ﴾(الفرقان:٤٤)

’’کیا آپ خیال کرتے ہیں کہ ان میں اکثر سنتے یا سمجھتے ہیں یہ تو صرف چوپائے ہیں یا ان سے بھی زیادہ بھٹکے ہوئے۔‘‘

حجت قائم کرنا اور بات ہے حجت پہنچنا اور چیز ہے۔ ان لوگوں پر تو حجت قائم ہو چکی ہے حجت کو سمجھنا علیحدہ بات ہے۔ ان لوگوں کو کافر اس لیے کہا جائے گا کہ انہیں حجت پہنچ چکی ہے اگر چہ یہ سمجھ نہیں پائے یا سمجھنے کی کوشش نہیں کی۔ اگر میری یہ بات آپ کے لیے سمجھنا مشکل ہو تو خوارج کے بارے میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو دیکھ لیں۔ ((اینما لقیتموهم فاقتلوهم)) ’’انہیں جہاں پاؤ قتل کر دو‘‘۔ اور فرمایا: یہ لوگ آسمان کے نیچے بدترین مقتول ہیں۔ حالانکہ وہ (خوارج) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عہد میں تھے۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل بھی ان کے اعمال کے مقابلے میں کم تر نظر آتا تھا۔ مگر اجماع اس بات پر ہے کہ جس چیز نے انہیں اسلام سے خارج کیا وہ تھا ان کا تشدد غلو اور اجتہاد وہ سمجھتے تھے کہ وہ اللہ کی اطاعت کر رہے ہیں انہیں حجت پہنچ گئی تھی مگر وہ اسے سمجھ نہ سکے اسی طرح سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا ان لوگوں کو قتل کرنا جنہوں نے ان کے بارے میں (خدائی کا) عقیدہ رکھا تھا

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان کے قتل کے علاوہ انہیں جلانے کا بھی حکم دیا تھا حالانکہ وہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے شاگرد تھے۔ وہ نمازیں پڑھتے تھے روزے رکھتے تھے اور خود کو حق پر سمجھتے تھے۔

اسی طرح سلف کا اجماع ہے غلو کرنے والے قدریہ وغیرہ کے کفر پر حالانکہ ان کی علمیت بھی زیادہ ہے عبادت کے بھی پابند ہیں اور اپنے اعمال کو اچھا شمار کرتے ہیں مگر سلف میں سے کسی نے ان کی تکفیر میں توقف نہیں کیا اس بات کو بنیاد بنا کر کہ وہ سمجھ نہیں سکے ہیں۔ یہ سب لوگ حجت کو نہیں سمجھ سکے تھے۔ یہ بات ہر شخص جانتا ہے تو پھر جو لوگ طاغوت کو پکارتے ہیں دین اسلام سے دشمنی کرتے ہیں۔ انہیں صرف اس بنا پر کافر نہ کہا جائے کہ وہ حجت کو نہیں سمجھ سکے ہیں؟ بات بہت واضح ہے کہ خاص کر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا لوگوں کو جلانا اس کے زیادہ مشابہ ہے۔ (کہ انہوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو خدا بنایا یہ لوگ اوروں کو طاغوت بناتے ہیں) (الدرر السنية: ١٠/٩٣-٩٥)

(25) ابوالفضل: ہمارا ایمان ہے کہ کفر معین شروط تکفیر ثابت ہونے اور موانع نہ ہونے پر موقوف ہے۔

ابو اسلام: طائفہ منصورہ کا یہی طریقہ ہے اور ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ فرماتے ہیں: تکفیر کے لیے کچھ شروط اور موانع ہیں جو کبھی کبھی معین کے بارے میں نہیں پائی جاتیں۔ تکفیر مطلق سے تکفیر معین لازم نہیں آتا جب تک کہ شروط نہ پائی جائیں اور موانع ختم نہ ہو جائیں۔ امام احمد و دیگر ائمہ جو ان عمومات کا اطلاق کرتے تھے مگر اس طرح کے کلام کرنے والوں کی تکفیر معین نہیں کرتے تھے۔ (مجموع الفتاویٰ الکیلانیہ: ١٢/٤٦٦)

محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: تکفیر معین کا مسئلہ مشہور مسئلہ ہے جب کوئی آدمی کفریہ بات کرے گا تو کہا جائے گا کہ اس طرح کی بات کرنے والا کافر ہے۔ لیکن شخص معین اگر کہے گا تو اس

کے کفر کا حکم نہیں لگایا جائے گا جب تک ''اُن مسائل میں جو عام لوگوں کی سمجھ سے بالاتر ہے۔''
اس پر ایسی حجت قائم نہ کی جائے جس کے چھوڑنے والے کو کافر کہا جاتا
ہے۔(الدرر السنية:٨/٢٤٤)

نوٹ: ایک مقام پر: شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے بھی یہ کہا ہو کہ ان تمام لوگوں کو کافر کہا جائے، مگر معین کر کے نہیں؟ (ایسا کسی نے نہیں کہا) جہاں تک شیخ رحمہ اللہ کی اس عبارت کا تعلق ہے جسے ان لوگوں نے آپ کے سامنے دوسرے رنگ میں پیش کیا ہے تو وہ عبارت دراصل زیادہ سخت ہے بنسبت ان دیگر اقوال وفتاویٰ کے اگر ہم شیخ رحمہ اللہ کے اس قول کو اپنا لیں تو ہمیں بہت سے مشہور لوگوں کو معین طور پر کافر کہنا پڑے گا اس لیے کہ شیخ کے قول میں اس طرح کہا گیا ہے کہ معین کو کافر نہیں کہا جائے گا جب تک حجت قائم نہ کی جائے۔ جب حجت قائم ہونے تک کسی معین کو کافر نہیں کہا جا سکتا تو پھر سب کو معلوم ہے کہ قیام حجۃ کا معنی یہ نہیں ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کو اسی طرح سمجھے جیسا کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سمجھا تھا بلکہ (حجت کا قیام یہی ہے کہ) اسے اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام پہنچ جائے اور اس کے پاس کوئی عذر نہ ہو تو پھر اسے کافر کہا جائے گا جیسا کہ کفار پر حجت قائم ہوئی تھی۔ **قیام حجۃ کے لئے کلام کا پہنچنا ضروری ہے، وہ سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔** قرآن مجید میں فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَجَعَلۡنَا عَلٰی قُلُوۡبِهِمۡ اَکِنَّةً اَنۡ یَّفۡقَهُوۡهُ﴾(الانعام:٢٥)

''ہم نے ان کے دلوں پر تو پردے ڈال دیئے ہیں کہ ان کو سمجھ نہ سکیں۔''

شیخ رحمہ اللہ کا کلام جو کہ خفی اقوال اور زیر بحث مسئلہ تکفیر معین میں فرق سے متعلق ہے اسے بھی ملاحظہ کریں اس میں یہ بھی دیکھیں کہ انہوں نے بڑے بڑے سرغنہ کو نام لے کر معین طور پر کافر قرار دیا ہے انہیں واضح طور پر مرتد کہا ہے۔ اسی طرح شیخ رحمہ اللہ نے فخر الدین رازی کو اسلام سے

مرتد قرار دیئے جانے پر اجماع نقل کیا ہے جبکہ وہ (فخر الدین رازی) تمہارے علماء کے نزدیک ائمہ اربعہ میں سے ہے شیخ رحمہ اللہ کے کلام سے جو آپ نے سمجھا ہے کہ معین کو کافر نہیں کہا جا سکتا کیا شیخ رحمہ اللہ کی یہ باتیں اس سے مناسبت رکھتی ہیں؟'' (الدرر السنية ١٠/٦٣-٧٣)

کفر معین کی شروط مندرجہ ذیل ہیں:

① **علم:** مسلمان کو علم ہونا چاہیے کہ فلاں عمل کفر ہے اس کے برعکس جہل ہے جس کی وجہ سے تکفیر رفع ہو جاتی ہے جس کے سامنے معاملہ واضح نہ ہو تو اس پر وعید کے نصوص لاگو نہیں ہوتے۔

② **کفریہ قول یا عمل کا قصد:** مراد قصد کفر نہیں ہے اس لیے کہ وہ تو استحلال قلبی ہے جو کہ مرجئہ کا مذہب ہے۔ اس کے مقابل موانع خطا ہیں یعنی قول یا فعل قصداً نہ کیا ہو زبان پھسل گئی یا بھولے سے کوئی کام کرلیا۔ اس کی دلیل اللہ کا یہ فرمان ہے:

رَبَّنَا لاَ تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا (بقرہ:٢٨٦)

ہمارے رب ہمارا مؤاخذہ نہ کر اگر ہم بھول جائیں یا خطا کر بیٹھیں۔

مسلم میں حدیث قدسی ہے جس میں اللہ فرماتا ہے کہ میں نے ایسا کرلیا۔

③ **اختیار:** اس کے مقابل مانع اکراہ ہے یعنی جبر

مَنْ كَفَرَ بِاللهِ مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَ قَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ (نحل:١٠٧)

جس نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا۔ الا یہ کہ کسی کو مجبور کیا گیا جبکہ اس کا دل ایمان پر مطمئن تھا۔

④ **تاویل جو قابل قبول نہ ہو:** اس کے مقابلے پر وہ تاویل ہے جو قابل قبول ہو یعنی ممکن و جائز

تاویل ہو یہ مانع تکفیر ہے۔ جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ان لوگوں کو کافر نہ دینے پر اتفاق جنہوں نے شراب پی لی تھی اور قرآن کی آیت کی تاویل کی تھی جس میں اللہ نے فرمایا ہے کہ:

لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا (مائدہ:۹۳)

ان لوگوں پر کوئی گناہ نہیں جو ایمان لائے اور عمل صالح کیے اس میں کہ جو انہیں چکھ لی جبکہ وہ متقی ہیں اور ایمان لائے ہیں۔

انہوں نے تاویل کی تھی کہ جب ایمان و عمل صالح ہو تو شراب پینا جائز ہے۔ (مصنف عبدالرزاق)

حالانکہ شراب قطعی طور پر حرام ہے لیکن صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان لوگوں کو کافر قرار نہیں دیا اس لیے کہ شبہ موجود تھا اور وہ تھا ان لوگوں کا تاویل کرنا۔ یاد رکھنا چاہیے کہ تکفیر حکمِ شرعی ہے اس کا اختیار اللہ ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہے جس طرح کہ حلال حرام قرار دینے کا اختیار صرف اللہ ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہے۔ اسی طرح تکفیر ہے ایسا نہیں ہے کہ جو بھی قول یا فعل کفریہ ہو وہ کفر اکبر ہو اور ملت سے خارج کر دینے والا ہو۔ جب تکفیر کے حکم کا اختیار اللہ ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہے تو پھر ہمارے لیے جائز نہیں کہ ہم کسی کو کافر قرار دیں جب تک کہ کتاب وسنت سے اس کے کفر پر واضح دلیل نہ ہو۔ اس بارے میں صرف شبہ یا گمان کافی نہیں ہے ورنہ بہت خطرناک نتائج برآمد ہو سکتے ہیں۔ جب شبہات کی وجہ سے حدود کو جاری کرنے سے رکا جا سکتا ہے جن کے نتائج تکفیر سے بڑھ کر ہیں تو پھر تکفیر کو بدرجہ اولیٰ روکا جا سکتا ہے اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کی تکفیر سے منع کیا ہے جو کافر نہیں فرماتے ہیں: جس نے بھی اپنے (مسلمان) بھائی کو کافر کہہ کر مخاطب کیا تو دونوں میں سے ایک پر یہ لفظ لوٹ آتا ہے۔ جسے کہا گیا اگر وہ ایسا نہیں تو کہنے والے پر لوٹ آئے گا۔ کتاب وسنت میں ایسا سمجھ میں آتا ہے کہ یہ قول یا فعل کفر ہے مگر اس کے مرتکب کو کافر نہیں کہا

جاتا اس لیے کہ کوئی مانع نہیں ہوتا جو تکفیر میں رکاوٹ بن جاتا ہے یہ بھی ایسا ہی عمل ہے جیسے دوسرے اعمال، کہ اسباب وشروط کے بغیر اور موانع کے خاتمے کے بغیر مکمل نہیں ہوتے جیسا کہ میراث میں ہوتا ہے کہ اس کا سبب قرابت ہے مگر بعض دفعہ مانع کی وجہ سے قرابت دار میراث سے محروم رہ جاتا ہے۔اسی طرح اسماء واحکام کے مسائل (کفر وایمان) ان مسائل میں سے ہیں جو بہت زیادہ پیچیدہ ہیں کسی معین شخص پر بغیر واضح دلیل وثبوت کے کفر کا حکم نہیں لگایا جاسکتا اور یہ حکم صرف وہی لگا سکتا ہے جو ان مسائل کے حکم کا اہل ہو۔اس مسئلے کو معمولی سمجھنا بہت بڑا المیہ ہے۔اللہ کا فرمان ہے:

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ مَا بَطَنَ وَ الْاِثْمَ وَ الْبَغْیَ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَ اَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّ اَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ(اعراف:۳۳)

کہ دو میرے رب نے ظاہر و باطن فواحش کو حرام قرار دیا ہے اور گناہ وزیادتی ناحق کو اور اللہ کے ساتھ شرک کو جس کی اللہ نے دلیل نازل نہیں کی ہے اور یہ بھی حرام ہے کہ بغیر علم کے اللہ کے بارے میں بات کرو۔

(26) ابوالفضل: ہمارا ایمان ہے کہ جو مسلمان کہلانے والے مما لک کفریہ قوانین کے مطابق حکومت کر رہے ہیں وہ دو صفات کے محتمل ہیں ایک لحاظ سے دارالکفر ہیں کہ احکام کفریہ ان میں رائج ہیں اور مسلمان باشندوں کی وجہ سے دارالاسلام ہیں ان میں ہر شخص کی اپنی جداگانہ حیثیت ہوگی مسلمان مسلمان اور کافر کافر کہلائے گا۔ان کے باشندوں کو مسلمان ہی کہا جائے گا چاہے کوئی مستورالحال ہو یا معروف بالاسلام ہو۔

ابو اسلام: یاد رہے کہ مسلم یا اسلامی ملک اس کو کہا جاتا ہے جو مسلمانوں کے تسلط اور قبضہ اور زیر حکم ہو۔ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جمہور کا کہنا ہے کہ دارالاسلام وہ ہے جہاں مسلمان رہتے ہوں اور وہاں اسلامی احکام جاری ہوں جہاں اسلامی احکام جاری نہ ہوں وہ دارالاسلام نہیں ہے۔ اگرچہ تھوڑے بہت اسلامی احکام ہوں۔(احکام الذمہ: ۱/۳٦٦)

جہاں تک ان ممالک کی بات ہے جو مسلمانوں کے ہیں مگر وہاں کفر کے احکام جاری ہیں تو وہ مرکب ممالک ہیں دونوں صفتیں ان میں جمع ہیں (دارالکفر ودارالاسلام) ان ممالک میں اکثریت تو مسلمانوں کی ہوتی ہے اور کتاب وسنت ان کا قانون ہوتا ہے مگر کفریہ وشرکیہ قوانین (عملاً) غالب ہوتے ہیں اس لیے یہ مرکب ملک بن جاتے ہیں احکام کے لحاظ سے دارالکفر اور مسلم باشندوں کی وجہ سے دارالاسلام ان میں ہر ایک کے لیے اسی کا حکم ہوگا۔ مرتد۔ کتابی۔ مجوسی وغیرہ۔ جس نے اسلام کا اظہار کیا اور اسلامی احکام کا التزام کیا وہ مسلمان ہے جس نے کفریہ شعائر کا اظہار کیا اسے کافر کہا جائے گا۔ عمومی طور پر اس ملک کے باشندوں کو مسلمان کہا جائے گا۔ یہ اہل سنت والجماعت کی رائے ہے۔ جبکہ اہل بدعت کہتے ہیں کہ اس ملک کے باشندوں کی حالت کے مطابق حکم لگایا جائے گا جو کچھ انہوں نے اپنایا ہے اس کے مطابق حکم ہوگا جب وہاں کفریہ احکام جاری ہوں گے تو وہاں کے باشندوں کا کافر مانا جائے گا یہ عین خوارج کا مذہب ہے ۔ یاد رکھنا چاہیے کہ کفریہ احکام جاری ہونے سے کسی ملک کو دارالکفر نہیں کہا جاسکتا بلکہ وہاں کے باشندوں کے مرتد ہونے کی وجہ سے کہا جاتا ہے۔ ابن قدامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جب کسی ملک کے باشندے مرتد ہو جائیں جہاں ان کے احکام جاری ہوتے ہیں تو وہ ملک دارالحرب بن جاتا ہے ان کا مال بطور غنیمت لیا جاسکتا ہے اور ان کے بچوں کو قیدی بنایا جاسکتا ہے جو بچے ارتداد کے بعد پیدا ہوئے ہوں۔(المغنی مع الشرح الکبیر ۱۰/۹۵)

اس ملک کے باشندوں پر اسلام کا ہم حکم لگائیں گے جب تک کہ اس کے خلاف ثابت نہ ہو جائے اگر خلافِ اسلام ثابت ہو جائے تو اس کا حکم لگائیں گے۔

ہمارا ایمان ہے کہ دنیا دارالاسباب ہے ان کا ترک مع القدرت جائز نہیں مگر صرف انہی کی طرف التفات وتوجہ شرک ہے ان کا ترک معصیت ہے ان کو معتبر نہ ماننا زندیقیت ہے۔

کونیہ: جو اس وجہ سے واقع ہوتے ہیں کہ سنن شرعیہ کا لحاظ نہیں رکھا گیا جو سنن کونیہ کو رفع ودفع کرنے کا ذریعہ تھے۔اس کی مثال یہ ہے کہ مسلمانوں پر جو مصائب وآلام آتی ہیں وہ دین سے دوری اور تقویٰ کی کمی اور گناہوں اور معصیات کی کثرت کی وجہ سے ہیں۔جب اللہ کے احکام کی پابندی کی طاقت بھرپور ہو تو پھر سستی نہیں کرنی چاہیے ایسے میں ان کی احکام کی پابندی کو ترک کرنا معصیت ہے اور شرعی سنن کا لحاظ نہ رکھنا ہے۔اور ان سنتوں کا اعتبار ولحاظ نہ رکھنا زندیقیت ہے اس لیے کہ ان کی نسبت غیر اللہ کی طرف کی گئی ہے مثلاً فطرت یا دنیاوی حالات۔اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ سنن کونیہ لازمی طور پر ہو کر رہنے والی ہیں ان کے دفع ورفع کرنے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ سنن شرعیہ اور اللہ ورسول اللہ ﷺ کی اطاعت کو اپنایا جائے۔

(27) ابوالفضل: ہمارا ایمان ہے کہ جو پارٹیاں الیکشن میں حصہ لیتی ہیں اور قانون ساز اسمبلیوں میں بیٹھتی ہیں وہ بدعتی جماعتیں ہیں۔بلکہ ان کی بدعت تو کفر تک جاتی ہے جو ان کو اسلام سے خارج کرتی ہے۔ہم ان کے افعال سے اللہ کی جناب میں براءت کا اظہار کرتے ہیں۔

ابواسلام: دعوت کے میدان میں بہت سی جماعتیں سرگرم ہیں اور ان کا دعویٰ ہے کہ وہ صحیح طریقہ پر دعوت کا کام کررہی ہیں اس کے لیے وہ الیکشن میں حصہ لیتی ہیں اور جواز اس کے لیے یہ پیش کرتی ہیں کہ اگر ہم (دینی ومذہبی پارٹیاں) الیکشن میں حصہ نہ لیں تو بے دین اور بدکردار

لوگوں کو میدان خالی مل جائے گا اور مسلمانوں پر انہیں حکمرانی کا موقع میسر آ جائے گا۔ یہ ایک بدعی دعویٰ ہے جس کی بنیاد اسلام میں نہیں ہے ان پارٹیوں اور جماعتوں کے قول وعمل میں تضاد ہے ایک طرف تو ان کا دعویٰ ہے کہ ان کی دعوت اللہ کے دین کی طرف ہے دوسری طرف یہ اس شرکیہ اسمبلی میں بیٹھتے ہیں جو شریعت کو بدلنے والے لوگوں کی اسمبلی ہے۔ جسے قانون ساز ادارہ کہا جاتا ہے۔ پھر جمہوریت کے نام پر یا جمہوریت کی خاطر یہ انہی بے دین لوگوں سے اتحاد یا انتخابی ایڈجسمنٹ کرتے ہیں، یہ طرز عمل طائفہ منصورہ کے عقیدے کے خلاف ہے۔ چونکہ یہ پارٹیاں عقیدہ توحید کے مخالف ہیں چنانچہ ہم ان سے براءت کا اظہار کرتے ہیں اور ان کی دعوت سے بھی بری ہیں۔ اس کی واضح مثال جماعت حزب اسلامی کی ہے جو ہمیشہ اقتدار کی کرسی کے حصول کے لیے کوشاں رہتی ہے جبکہ ظاہری دعویٰ ان کا ہے اللہ کے نظام کی بحالی۔ مگر عقلی طور پر اس جماعت کی پوری عمارت زمین بوس ہو چکی ہے۔ ہم ان جماعتوں اور پارٹیوں سے عقیدۂ ولا والبراءۃ کے تحت براءت کا اظہار کرتے ہیں۔ ہماری دوستی دشمنی کا معیار قرآن اور رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے۔

(28) ابوالفضل: ہمارا ایمان ہے کہ یہ قول (دل میں اسلامی حکومت قائم کرلو تو زمین پر قائم ہو جائے گی) جبریہ اور مرجئہ کا عقیدہ ہے۔

ابواسلام: یہ ایک داعی کا قول ہے (اس کے پیروں کاروں کی رائے میں یہ جبری معنی میں ہے) مطلب یہ کہ اس حکومت کا قیام اس طرح ہوگا جیسا جبریہ کے ہاں ہے کہ وہ کہتے ہیں انسان اپنے افعال میں مجبور ہے اس قول کے ماننے والوں کے دلوں میں اس طرح کی حکومت کا قیام اعتقادی جبر کی وجہ سے ہے۔ مصنف نے علی معنی ارجائی کا جو لفظ استعمال کیا ہے تو یہ اصل مسئلہ

سے متعلق ہے یعنی جب مرجئہ ایمان کو صرف دل تک محدود رکھتے ہیں اسی طرح وہ اس معنی کی بنیاد پر حکومت بھی قائم کرنا چاہتے ہیں جو مرجئہ کے ہاں ہے اس کے لیے کسی قسم کا عملی اقدام یا اسلامی حکومت کے قیام کے کوشش نہیں کرتے۔

(29) ابوالفضل: ہم جہمیہ ومرجئہ کی گمراہوں سے اللہ کی جناب میں براءت کا اظہار کرتے ہیں اس لیے کہ یہ لوگ طاغوت اور مرتدین کے دوست اور حمایتی ہیں ان کی سلامتی وامن کے محافظ اور جاسوس ہیں ہم ان سے اور ان کی گمراہی وفساد سے محتاط رہتے ہیں۔

ابواسلام: مصنف نے اہل بدعت سے براءت کا آغاز کیا ہے اور مرجئہ وجہمیہ کی بدعت کو خوارج کی بدعت پر مقدم کیا ہے جس سے یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ مرجئہ کی بدعت خوارج کی بدعت سے مسلمانوں کے لیے زیادہ خطرناک ونقصان دہ ہے جیسا کہ سلف نے بھی اس کی وضاحت کی ہے مثلاً امام اوزاعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یحییٰ اور قتادہ رحمۃ اللہ علیہم کہتے تھے امت کے لیے ارجاء سے زیادہ نقصان دہ چیز اور نہیں ہے مرجئہ سے براءت کی جہاں تک بات ہے تو اہل سنت تمام اہل بدعت سے براءت کا اظہار کرتے ہیں چاہے وہ مرجئہ ہوں یا جہمیہ اس لیے کہ یہ اہل بدعت مرجئہ وجہمیہ طاغوت کا دفاع کرتے ہیں طاغوت وہ بھی ہے جس نے خود کو حکم میں اللہ کا شریک بنالیا ہے اور اللہ کے بندوں کو اپنا غلام اور اپنے حکم کا پابند بنانا چاہتا ہے۔ ہم بھی ان سے اجتناب کی بات کرتے ہیں جس طرح سلف کیا کرتے تھے جیسا کہ سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مرجئہ قبلہ کے یہود ہیں۔ فرماتے ہیں: مرجئہ لادین لوگوں کی طرح ہیں۔ (الابانۃ: ۳۷۷)

ان فرقوں نے جو فساد پیدا کیا ہے (جس کی طرف مصنف نے اشارہ کیا ہے) وہ فساد ہے نوجوانوں میں طواغیت کی حمایت کا عقیدہ پیدا کرنا ہے ان طواغیت کا کفر اس حد تک پہنچ چکا ہے کہ

تصور نہیں کیا جاسکتا۔ یہ نوجوانوں کو گمراہ کرتے ہیں۔حق و باطل کی تمیز ختم کر دیتے ہیں اپنی دنیا کے تحفظ اور مفادات کے لیے حق کو چھپاتے ہیں۔

(30) ابوالفضل: ہم اللہ کی جناب میں براءت کا اظہار کرتے ہیں خوارج اور ان کی گمراہیوں اوران کے غلو سے اوران کے اس دور کے متبعین غالی تکفیریوں سے۔ہم ان سے محتاط وگریزاں ہیں ان کی مجالس سے دور ہیں اس لیے کہ یہ لوگ گمراہی وفساد پھیلانے والے ہیں۔

ابواسلام: خوارج سے براءت جہمیہ ومرجئہ سے براءت کی طرح ہی ہے اس لیے کہ اہل سنت کے مقرر کردہ معیار کے لحاظ سے یہ سب برابر ہیں اور یہ سب اہل بدعت ہیں ان کی بدعت اسلام میں ظاہر ہونے والی پہلی بدعت ہے قدیم وجدید سب علماء کا اتفاق ہے کہ خوارج بدترین لوگ ہیں۔اللہ ورسول اللہ ﷺ کے نافرمان ہیں اگرچہ نمازیں پڑھتے رہیں اور روزے رکھتے رہیں خوارج بدترین لوگ ہیں اور جو بھی ان کے نظریات کو اپنا کر آگے بڑھا رہے ہیں وہ بھی بدترین ہیں۔اس لیے کہ یہ لوگ مسلمانوں کے قتل کو جائز قرار دیتے ہیں سلف نے ان سے اوران کے مسترد شدہ مذہب سے خبردار اور منع کیا ہے۔ان کے بارے میں نبی ﷺ کا فرمان ہے کہ آپ ﷺ نے انہیں جہنم کے کتے قرار دیا ہے۔موجودہ زمانے کے خوارج بھی اپنے اسلاف کی طرح ہیں دونوں میں کوئی فرق نہیں۔البتہ انہوں نے اپنی فکرونظریہ میں ایک نئی سوچ کا اضافہ کیا ہے وہ یہ کہ مخلوط ممالک کے لوگوں کو کافر شمار کیا جائے گا اور یہ بات مطلقاً بغیر کسی قید وشرط کے کہتے ہیں۔اسی لیے ہم ان کے اقوال وافعال اوران کے دعوت سے براءت کا اظہار کرتے ہیں۔ان کی بات سننے ان کے ساتھ بیٹھنے ان کی مجالس میں شریک ہونے سے منع کرے ہیں۔

(31) ابوالفضل: ہمارا ایمان ہے کہ کتاب اللہ وسنت رسول اللہ ﷺ میں جو وعدے اللہ نے

کیے ہیں وہ دراصل مسلمانوں کو حکم وامر کیے گئے ہیں تا کہ وہ ان کے ذرائع کو اختیار کریں اوران کے ثمرات حاصل کریں۔

ابواسلام: یہ مخلوق میں اللہ کی حکمت ہے اللہ کے وعدے میں تاخیرنہیں ہوتی مگر کچھ اسباب ہوتے ہیں جو اہل سنت کے ہاں اوامر شمار ہوتے ہیں ان کی طرف لیکن انہیں حاصل کرنا وعدے کے ثابت ہونے کے لیے ضروری ہوتا ہے۔جیسا کہ فرمان ہے:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُم فِی الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِم وَ لَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَهُمْ وَ لَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِیْ لاَ يُشْرِكُوْنَ بِیْ شَيْئًا(نور:۵۵)

اللہ نے ان لوگوں سے وعدہ کیا ہے جو ایمان لائے اورعمل صالح کیے کہ انہیں زمین میں خلافت دے گا جیسے پہلے لوگوں کو دی تھی اوران کے لیے اس دین کو قوت دے گا جو اس نے ان کے لیے پسند کیا ہے۔اورخوف کے بدلے میں انہیں امن دے گا (شرط یہ ہے کہ)وہ میری عبادت کریں اورمیرے ساتھ کسی قسم کا شرک نہ کریں۔

جب اللہ کے وعدے اورامت کے بارے میں غور کیا جائے تو وعدے ایمان لانے والوں اور اعمال صالحہ کرنے والوں کے لیے ہیں۔جس میں نہ ایمان ہو اور نہ عمل صالح ہو اس کے لیے وعدے نہیں ہیں اللہ کے فرمان میں غور کریں تو وہ فرماتا ہے کہ میری عبادت کریں میرے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں۔اللہ کے وعدے اسباب کے ساتھ متحقق ہوتے ہیں اور یہ اسباب وہ اوامر ہیں جو مسلمانوں کو دیئے گئے ہیں لہٰذا مسلمانوں میں یہ خوبیاں پیدا ہونی ضروری ہیں:

① مومن بن جائیں۔

② عمل صالح کرنے والے بنیں۔

③ شرک سے دور رہنے والے موحد بنیں۔

تب اللہ کا وعدہ ثابت ہوگا۔ یہ آیت ہم نے صرف بطور مثال کے پیش کی ہے ورنہ قرآن میں اللہ کے وعدوں کے بارے میں بہت سی آیات ہیں ان میں غور وفکر کرنے سے معلوم ہوجاتا ہے کہ انسان کو بے کار نہیں پیدا کیا گیا ہے۔

(32) ابوالفضل: ہمارا ایمان ہے کہ طائفہ منصورہ علم و جہاد کا طائفہ ہے۔

ابوالسلام: امام مسلم و دیگر محدثین رحمۃ اللہ علیہم نے ایسی احادیث صحیحہ روایت کی ہیں جن میں مختلف الفاظ سے طائفہ کا ذکر ہے۔مثلاً ایک طائفہ (گروہ) میری امت کا ہمیشہ حق پر رہے گا جو اس کو رسوا کرنے کی کوشش کرے گا وہ اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا یہاں تک کہ اللہ کا حکم (قیامت) آجائے اور یہ گروہ ایسا ہی رہے گا۔ایک روایت میں ہے میری امت کا ایک گروہ (عصابۃ) اللہ کے حکم پر ہمیشہ قائم رہے گا اس کو رسوا کرنے والا یا اس کی مخالفت کرنے والا اسے نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ یہاں تک کہ اللہ کا حکم (قیامت) آجائے اور وہ اسی حال میں رہے گا ۔بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس گروہ سے مراد علماء کا گروہ ہے۔اس بات کی وضاحت احادیث سے ہوجاتی ہے جن میں اس گروہ کو قتال کرنے والا گروہ کہا گیا ہے لہٰذا ہمارا خیال ہے کہ یہ گروہ علم و جہاد کا گروہ ہے جیسا کہ امام نووی رحمہ اللہ نے لکھا ہے یہ بھی ممکن ہے کہ یہ گروہ (اس کے افراد) مومنین کے مختلف اقسام میں تقسیم ہوں ان میں قتال کرنے والے بہادر بھی ہوں، فقہاء بھی ہوں، محدثین بھی ہوں۔(صحیح مسلم شرح نووی : ۵۹/۱۳)

اس میں کوئی شک نہیں کہ باعمل علماء اس گروہ میں شامل ہونے کے پہلے حقدار ہیں جبکہ باقی لوگ مجاہدین وغیرہ ان کے بعد ہیں۔ اگر کوئی سوال کرے کہ سلف نے اس حدیث کے ضمن میں علماء کا ذکر کیا ہے (گروہ سے مراد علماء لیا ہے) تو اس کے جواب میں ہم کہیں گے کہ جہاد کے بارے میں مسلمانوں کے مابین کوئی اختلاف نہیں ہے۔ سرحدیں ہمیشہ فوجیوں سے بھری ہوتی ہیں جن کا رخ دارالحرب کی طرف ہوتا ہے۔ جبکہ موجودہ دور میں ہمیں باعمل علماء کی اور مخلص مجاہدین کی ضرورت ہے۔ اس لیے کہ دین صرف علم کی وجہ سے قائم نہیں ہوسکتا جیسا کہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: دین کتاب ہادی اور مدد کرنے والے لوہے (تلوار) کے ذریعے قائم رہتا ہے۔ (مجموع الفتاویٰ:۲۸/۳۹٦)

(33) ابوالفضل: ہمارا ایمان ہے کہ جہاد قیامت تک جاری ہے ہر نیک وبد کے ساتھ ہر زمانے ہر مقام، امام وبغیر امام کے ایک یا اس سے زیادہ افراد ہوں (ان پر جہاد ہے کہ) وہ ظالموں کے ظلم اور لوگوں کو بھڑکانے والوں سے موافقت نہ رکھتے ہوں۔

ابواسلام: اس میں چند مسائل ہیں:

① جہاد قیامت تک جاری رہے گا ہر نیک وبد کے ساتھ (معیت میں) اس بات کی بنیاد ان احادیث پر ہے:

(ا) اللہ اس دین کی مدد کرے گا ایک فاجر گناہ گار آدمی کے ذریعے۔ ایک روایت میں ہے ایسے لوگوں کے ذریعے جن کا (دین سے) تعلق بھی نہ ہوگا۔ اہل سنت والجماعت کا وہی اصول ہے جو احادیث میں آیا ہے مثلاً دارقطنی میں ہے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: تم پر نماز فرض ہے ہر مسلم نیک وفاجر کے ساتھ۔ اگرچہ وہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو۔ جہاد واجب ہے ہر نیک وفاجر امیر کے

ساتھ (امارت میں) اگر چہ وہ کبیرہ کا مرتکب ہو۔ابوداؤد میں انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین چیزیں ایمان کی بنیاد ہیں ''لا الٰہ الا اللہ'' کہنے والے سے رک جانا اسے کسی بھی گناہ کی وجہ سے کافر نہ کہا جائے، نہ کسی عمل کی وجہ سے اس کو اسلام سے خارج کیا جائے اور جہاد میری بعثت سے لے کر امت کے آخری آدمی کے قتال تک جاری ہے کسی ظالم کا ظلم یا کسی عادل کا عدل اسے باطل نہیں کرسکتا اور تقدیر پر ایمان لانا ہے۔

② **ہر زمان ومکان میں:**

اس میں اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ جہاد موقوف نہیں ہوگا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور سے لے کر قیامت تک جہاد جاری رہے گا اس کی دلیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے۔میری امت میں سے ایک گروہ ہمیشہ حق کے لیے قتال کرے گا قیامت تک غالب رہے گا۔(مسلم:۳/۱۳ ۵۶)

حدیث میں لفظ لاتزال آیا ہے جو ہمیشگی و دوام پر دلالت کرتا ہے یعنی جہاد ہمیشہ رہے گا۔قیامت تک کا ذکر ہے کہ جب تک قیامت قائم نہ ہوجائے۔

(34) ابوالفضل: ہمارا ایمان ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ ہی وہ صحیح شرعی راستہ ہے جس کے بغیر اسلام کی نشاۃ ثانیہ اور خلافت علی منہاج النبوۃ کا قیام ممکن نہیں ہے۔

ابواسلام: یہ بات دراصل اہل بدعت کے اقوال وآراء کے مقابلے میں کہی گئی ہے جو ہمیشہ سے امت کی ذلت اور ضعف کا سبب ہیں اس لیے کہ جو راستے انہوں نے اختیار کیے ہیں جو طریقے ایجاد کیے ہیں ان کا دین سے کوئی تعلق نہیں ہے۔مثلاً انتخابات میں حصہ لینا قانون ساز اسمبلیوں میں جانا۔کفریہ قوم پرستی کا راستہ اپنانا۔اوران کو دین کے قیام کے لیے صحیح راستہ قرار دینا۔اسی طرح شکست خوردہ اور مایوس لوگوں کا بھی ردّ ہے جو جہاد فی سبیل اللہ کی راہ میں رکاوٹ

بنتے ہیں۔اسی لیے مصنف نے لفظ استعمال کیا کہ ((الطریق الشرعی الصحیح)) ''صحیح شرعی طریقہ'' اس لیے کہ کچھ دیگر طریقے بھی ہیں مگر وہ شرعی نہیں ہیں۔طائفہ منصورہ کا ایمان یہ ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ ہی صحیح شرعی طریقہ ہے دین کے قیام کا۔اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَ اَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْمِيزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ(حدید:٢٥)

ہم نے واضح دلائل کے ساتھ رسول بھیجے ان کے ساتھ کتابیں نازل کیں اور میزان بھی تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہیں۔

رسولوں کی بعثت اور کتب کے نازل ہونے کا مقصد ہے لوگوں کو انصاف پر قائم رکھنا حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں میں پھر فرماتا ہے:

وَ اَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَ لِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَ رُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ(حدید:٢٦)

اور ہم نے لوہا نازل کیا جس میں سخت جنگ کا سامان ہے اور لوگوں کے لیے فائدے ہیں اور تاکہ اللہ معلوم کروائے کہ کون اس (کے دین) اور رسولوں کی مدد کرتا ہے غائبانہ طور پر۔

دین وہی تھا جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے میں قائم ہوا وہ دین ہمارے زمانے میں صرف جہاد کے ذریعے قائم ہوسکتا ہے جس کے ساتھ کتاب وسنت کا علم اور سلف صالحین رحمۃ اللہ علیہم کی رہنمائی بھی ہو۔

(35) ابوالفضل: ہمارا ایمان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن غیب کی چیزوں جنت وجہنم وغیرہ کی خبر دی ہے وہ سچی خبر ہے اور جنت وجہنم حق ہے، کرسی، پل صراط، عرش حق ہیں۔

ابواسلام: ہم ان تمام غیب خبروں پر ایمان لاتے ہیں جو رسول اللہ ﷺ لائے ہیں اسے سچ مانتے ہیں ان کی پیروی کرتے ہیں تاکہ ہم میں وہ صفات آجائیں جو اللہ نے مومنین کے لیے بیان کی ہیں۔

يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ(بقرہ:۳)

وہ غیب پر ایمان لاتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں۔

ہم جنت اور جہنم پر ایمان رکھتے ہیں کہ وہ پیدا کیے گئے ہیں اب بھی موجود ہیں جنت کے پیدا کیے جانے اور موجود ہونے کی دلیل اللہ کا یہ فرمان ہے:

اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ(آل عمران:۱۳۳)

متقیوں کے لیے (جنت) تیار کی گئی ہے۔

اور فرمان ہے:

اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ(حدید:۲۱)

وہ (جنت) اللہ و رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے والوں کے لیے تیار کی گئی ہے۔

صحیح مسلم میں انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی قسم جو کچھ میں نے دیکھا ہے اگر تم دیکھ لو تو ہنسو گے کم روؤ گے زیادہ۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا اللہ کے رسول اللہ ﷺ کیا دیکھا ہے آپ نے؟ فرمایا جنت و جہنم۔ جنت اور جہنم کبھی فنا اور ختم نہ ہوں گے اس کی دلیل ہے:

وَ اَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا فَفِى الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ(ہود:۱۰۸)

نیک بخت لوگ جنت میں ہمیشہ رہیں گے جب تک آسمان و زمین ہیں۔ سلف کا بھی یہی قول ہے

۔کرسی کا ذکر مصنف نے کیا ہے اس کی دلیل سب سے جلیل القدر آیت میں ہے:

وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ (بقرہ:٢٥٥)

اس کی کرسی زمینوں آسمانوں سے وسیع ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کرسی اللہ کے قدموں کی جگہ ہے عرش کو نہیں کہتے۔(عبداللہ بن امام احمد کتاب السنة:٥٨٦)

عرش کرسی سے بڑا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔سات آسمان، ساتوں زمینیں کرسی کے مقابلے میں ایسی ہیں کہ ایک چھلا میدان میں (یا صحراء) میں رکھا ہو۔اور کرسی پر عرش کی فضیلت ایسی ہے جیسے صحراء کی چھلے پر۔(ابن ابی شیبہ کتاب العرش)

مصنف نے ''الصراط'' کا ذکر کیا ہے یہ جہنم کے اوپر ایک پل ہے جو جنت اور جہنم کے درمیان ہے۔لوگ اور مومنین اپنے اعمال کے حساب سے اس پر سے گزریں گے کوئی آنکھ کی جھپک کی طرح کوئی بجلی کی چمک کی طرح کوئی ہوا کی روانی کی طرح، کوئی عمدہ گھوڑے کی طرح، کوئی اونٹ کی رفتار سے، کوئی دوڑ کر، کوئی چل کر، کوئی کھسکتا ہوا، کوئی لڑکھڑاتا ہوا اور جہنم میں گرتا پڑتا جائے گا۔اس پل پر آکڑے ہوں گے جو لوگوں کو ان کے اعمال کے حساب سے اٹھائیں گے۔مصنف نے ''المیزان'' کا ذکر کیا ہے۔اس لیے کہ اللہ کا فرمان ہے:

وَ نَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًاوَ اِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا وَ كَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ(الانبیاء:٤٧)

اور ہم انصاف کا ترازو رکھیں گے قیامت کے دن کسی پر کوئی ظلم نہیں ہوگا اگر رائی کے دانے کے برابر (عمل) ہوگا تو ہم وہ بھی لے آئیں گے اور ہم حساب کے لیے کافی ہیں۔

سنت سے بھی اس کے لیے دلائل موجود ہیں کہ میزان کے دو پلڑے ہوں گے جو نظر آئیں گے محسوس کیے جاسکیں گے۔

(36) ابوالفضل: ہمارا ایمان وسطیہ ہے یعنی جبریہ وقدریہ کے درمیان ہے ہمارے افعال اور ارادے مخلوق ہیں۔ انسان ہی فاعلِ مختار ہے اس کا ارادہ اور مشیت ہے وہی درحقیقت اپنے افعال کا فاعل ہے۔

ابواسلام: اہل سنت قدریہ و جبریہ کے درمیان ہیں اس بات کو سمجھنے کے لیے پہلے جبریہ وقدریہ کا عقیدہ جاننا ضروری ہے۔

جبریہ: یہ لوگ کہتے ہیں کہ انسان اپنے اعمال میں مجبور ہے اعمال میں اس کا اختیار وارادہ نہیں ہے۔

قدریہ: یہ کہتے ہیں انسان اپنے اعمال میں خودمختار ہے ارادہ وقدرت کے لحاظ سے اللہ کی مشیئت اورقدرت کا اس میں اثر ودخل نہیں ہے۔

اسی لیے ہم (اہل سنت) کے درمیان کی رائے رکھتے ہیں کہ قدر چار امور پر مشتمل ہے:

① اس بات پر ایمان کہ اللہ ہر چیز کا مکمل و تفصیلی علم رکھتا ہے ازل سے ابد تک چاہے ان چیزوں کا تعلق اللہ کے اپنے افعال سے ہو یا بندوں کے افعال سے۔

② اس بات پر ایمان کہ یہ (سب) اللہ نے لوح محفوظ میں لکھ رکھا ہے ان دونوں امور کے بارے میں اللہ کا فرمان ہے:

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِى السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ اِنَّ ذٰلِكَ فِىْ كِتٰبٍ اِنَّ

ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ یَسِیۡرٌ(الحج:۷۰)

کیا آپ کو نہیں معلوم کہ زمینوں آسمانوں میں جو کچھ ہے وہ اللہ کے علم میں ہے یہ سب کتاب میں ہے یہ سب اللہ کے لیے آسان ہے۔

صحیح مسلم میں عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرمارہے تھے: اللہ نے مخلوق کی تقدیریں زمین آسمان کی پیدائش سے پچاس ہزار سال قبل لکھ دی تھیں۔

③ اس بات پر ایمان کہ تمام کائنات اللہ کی مشیئت کے مطابق چلتی ہے چاہے امور کا تعلق اللہ کے فعل سے ہو یا مخلوق کے فعل سے اپنے فعل سے متعلق اللہ فرماتا ہے:

وَ رَبُّکَ یَخۡلُقُ مَا یَشَآءُ وَ یَخۡتَارُ(قصص:۶۸)

تیرا رب جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور پسند کرتا ہے۔

مخلوق کے افعال سے متعلق فرماتا ہے:

وَ لَوۡ شَآءَ اللّٰہُ لَسَلَّطَہُمۡ عَلَیۡکُمۡ فَلَقٰتَلُوۡکُمۡ(نساء:۹۰)

اگر اللہ چاہتا تو انہیں تم پر مسلط کر دیتا اور پھر وہ تم سے قتال کرتے۔

④ اس بات پر ایمان لانا کہ تمام مخلوق اپنی ذات اور حرکات کے ساتھ اللہ کی تخلیق ہے۔ اللہ کا فرمان ہے:

اَللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَیۡءٍ وَّ ہُوَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ وَّکِیۡلٌ(زمر:۶۲)

اللہ ہر چیز کا خالق ہے اور وہ ہر چیز کا کارساز ہے۔

(37) ابوالفضل: ہم تمام انبیاء ورسولوں پر ایمان لاتے ہیں رسولوں میں فرق نہیں کرتے

رسولوں پر نازل ہونے والی کتابوں پر ایمان لاتے ہیں ملائکہ پر ایمان ہے کہ وہ اللہ کے کسی حکم کی خلاف ورزی نہیں کرتے اور جو حکم اللہ انہیں دیتا ہے اس پر عمل کرتے ہیں۔

ابو اسلام: تمام انبیاء پر ایمان کا مطلب ہے کہ ان کی رسالت ونبوت اللہ کی طرف سے حق سچ ہے جس نے ایک رسول کی رسالت کا انکار کیا اس نے تمام کا انکار کیا ہم ان انبیاء پر بھی ایمان لاتے ہیں جن کے نام ہمیں معلوم ہیں مثلاً نوح، ابراہیم، عیسیٰ ابن مریم، موسیٰ اور محمد علیہم السلام اور جن کے نام معلوم نہیں ان پر بھی اجمالی ایمان لاتے ہیں فرمان ہے:

وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلاً مِّنْ قَبْلِکَ مِنْھُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَیْکَ وَ مِنْھُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَیْکَ (المومن:۷۸)

ہم نے تجھ سے پہلے رسول بھیجے ان میں سے کچھ کا بیان (تذکرہ) آپ پر کیا ہے اور کچھ کا نہیں کیا۔

کتابوں پر ایمان: اس کا مطلب ہے کہ وہ کتابیں اللہ کی طرف سے نازل شدہ تھیں ان کا نزول حق تھا جن کتابوں کے نام ہم جانتے ہیں ان پر ہمارا ایمان ہے مثلاً قرآن، توراۃ، انجیل، زبور۔

ملائکہ پر ایمان: وہ ایک غیبی جہان ہے مخلوق ہیں اللہ کے عبادت کرنے والے ان میں ربوبیت والوہیت کی خصوصیات نہیں ہیں اللہ نے ان کو نور سے پیدا کیا ہے وہ مکمل طور پر اللہ کی اطاعت کرتے ہیں۔ اللہ کے احکام کے نفاذ کی قوت رکھتے ہیں ان کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ کبھی فرشتہ انسان کی شکل وصورت بھی اختیار کر لیتا ہے۔ ہم فرشتوں کے ان اعمال پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو ہم جانتے ہیں مثلاً اللہ کی تسبیح بیان کرنا دن رات اس کی عبادت کرنا بغیر کسی تھکاوٹ اور کمی کے اللہ

کا فرمان ہے:

وَ مَنۡ عِنۡدَهٗ لاَ يَسۡتَكۡبِرُوۡنَ عَنۡ عِبَادَتِهٖ وَ لاَ يَسۡتَحۡسِرُوۡنَ(الانبیاء:)

اور جو (فرشتے) تیرے رب کے پاس ہیں وہ اس کی عبادت سے نہ تکبر کرتے ہیں نہ تھکتے ہیں دن ورات تسبیح بیان کرتے ہیں کمی نہیں کرتے۔

(38) ابوالفضل: ہم تمام صحابہ کو رضی اللہ عنہم کہتے ہیں انصار ومہاجرین وغیرہ جو بھی فتح کے بعد ایمان لائے (اور جو فتح سے پہلے، مترجم) ہم ان سے محبت رکھتے ہیں ان سے محبت کرنے والوں سے محبت رکھتے ہیں اور ان سے دشمنی کرنے والوں سے دشمنی کرتے ہیں جو ان پر لعنت کرے ہم اس پر لعنت کرتے ہیں جو انہیں کافر سمجھے ہم انہیں کافر کہتے ہیں ہمارا ایمان ہے کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سب کے سب عدول ہیں انبیاء ورسولوں کے بعد تمام مخلوق سے بہتر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں۔

ابو اسلام: یہ اہل سنت والجماعت کے اصولوں میں سے ہے کہ اپنے دلوں اور زبانوں کو رسول کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی شان میں گستاخی سے محفوظ رکھیں ان سے محبت رکھیں اس کی چند وجوہات ہیں:

① اس لیے کہ وہ بہترین لوگ تھے تمام اقوام میں سے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ((خیر الناس قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم)) سب سے بہترین لوگ میرے زمانے کے (صحابہ) پھر ان کے بعد (تابعین) پھر ان کے بعد (تبع تابعین) ہیں۔

② صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور امت کے درمیان (شریعت پہنچانے کا ذریعہ ہیں) امت نے انہی سے شریعت حاصل کی ہے۔

③ ان کے ہاتھوں بہت بڑی بڑی فتوحات ہوئی ہیں۔

④ ہم ان کی ایسی تعریف کرتے ہیں جس کے وہ مستحق ہیں۔

ہم گمراہوں کے راستے وطریقے سے براءت وبیزاری کا اظہار کرتے ہیں جیسا کہ روافض کا طریقہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو (نعوذ باللہ) گالیاں دیتے ہیں اور آل بیت سے متعلق غلو کرتے ہیں۔اور ناصبی طریقے سے ہم بری ہیں کہ آل بیت کو گالی دیتے ہیں ان سے نفرت کرتے ہیں ۔ان سب باتوں کی دلیل اللہ کا یہ فرمان ہے:

وَ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِیْنَ وَ الْاَنْصَارِ وَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ (توبة: ۱۰۰)

اور سب سے پہلے سبقت کرنے والے مہاجرین وانصار اور جنہوں نے بہتر طریقے سے ان کی پیروی کی اللہ ان سے راضی ہے اور وہ اللہ سے راضی ہیں۔

(39) ابوالفضل: ہمارا ایمان ہے کہ نبی ﷺ اور صحابہ کرام کے دور کے بعد تابعین کا دور سب سے بہتر دور ہے۔اور پھر اس کے بعد (تبع تابعین کا) پھر اس کے بعد جھوٹ عام ہو گیا اور دیانت داری کمزور ہو گئی۔

ابواسلام: اس کی دلیل نبی ﷺ کا فرمان ہے:((خیرکم قرنی......)) تم میں بہتر دور میرا ہے پھر اس کے بعد پھر اس کے بعد۔عمران رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: مجھے نہیں معلوم کہ نبی ﷺ نے ایک زمانے کے بعد دو کا ذکر کیا تھا یا تین کا۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے: تمہارے بعد ایک قوم آئے گی جو خیانت کرے گی دیانت دار نہ ہوگی، وہ گواہی دیں گے جبکہ ان سے گواہی مانگی نہیں جائے گی، نذریں مانیں گی مگر پورا نہیں کرے گی ان میں موٹاپا ظاہر ہوگا۔(بخاری)

(40) ابوالفضل: ہم اپنے علماء کا احترام کرتے ہیں ان کی فضیلت اور حق کا اعتراف کرتے

ہیں مگر ان کو معصوم نہیں سمجھتے نہ ان سے تعصب رکھتے ہیں نہ ان کے حق پر مبنی اقوال سے تعصب رکھتے ہیں البتہ ان کی جو بات حق کے خلاف ہو ہم اس کی اتباع نہیں کرتے جہاں وہ حق بات میں غلطی کریں وہ بات نہیں لیتے اس لیے کہ حق کی اتباع پہلے ہے بہتر ہے ہمیں دیگر باتوں کی نسبت پسند ہے۔

ابو اسلام: یہ ہر مسلمان پر لازم اور ضروری ہے کہ اہل علم کا احترام کرے ان کے مقام و مرتبہ کی قدر کرے، ان کے لیے دعا کرے، استغفار کرے، ان کے علم سے فائدہ اٹھائے، ان کے اقوال کو تسلیم کرے، ان کی فضیلت کا انکار نہ کرے، ان میں سے جو کوئی غلطی کرے تو اس کو تسلیم کرے ۔ہم ان کو معصوم عن الخطاء نہیں سمجھتے اس لیے کہ ہر انسان سے غلطی ہوتی ہے اور ائمہ کرام ابو حنیفہ، مالک، شافعی، احمد رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ اہل سنت کے نزدیک قابل اعتبار و احترام ہیں ان سب کی وصیت تھی کہ ہر شخص کی بات کی جا سکتی ہے اور چھوڑی بھی جا سکتی ہے سوائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جب کوئی عالم غلطی کرے کسی مسئلے میں تو ہم اس غلط مسئلے میں اس کی پیروی نہیں کرتے ایک عالم کی غلطی دوسرے عالم کے ذریعے ہی ثابت ہو سکتی ہے جو اس بات لی اہلیت رکھتا ہو کہ کسی عالم کی بات کی غلطی کی نشان دہی کر سکے اسی طرح کا استدلال کا معاملہ ہے کہ دلیل راجح کو لیا جاتا ہے اور مرجوح کو ترک کیا جاتا ہے۔

مسلم ورلڈ ڈیٹا پروسیسنگ پاکستان